Mosques Around the World

~What mosques have you had a chance to visit?
~Which was your favorite?
~Have a mosque you really want to see?

Jump on the internet, research it, write and be sure to include a picture!

As always we welcome original poetry, short stories, and artwork.

Did you know that there are over 100,000 mosques around the world? From the Blue Mosque of Turkey to Id Kah Mosque of China to Baitul Futuh of England - mosques, the sacred place of worship for Muslims, inspire awe, humility and devotion to our One God.

Please include your parent(s) name and the source(s) you used for research while completing your article.

Send your submissions by February 15th 2012 to thealhilal@yahoo.com

Interfaith Meeting held at Columbus, Ohio

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

النـــــور

(2:258)

جنوری 2013

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ۝

(آل عمران: 42)

اور اپنے ربّ کو بہت کثرت سے یاد کر اور تسبیح کر شام کو بھی اور صبح کو بھی۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ۝

(الاحزاب: 42)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا کرو۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 66}

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد
مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی
ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا
معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
karimzirvi@yahoo.com
OR
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

قرآن کریم

اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِO فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ O وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِO

(سورۃالماعون: 2, 3, 4)

کیا تُو نے اس شخص پر غور کیا جو دین کو جھٹلا تا ہے؟ پس وہی شخص ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے۔

اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

تفسیر بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ :

دین کے معنی مذہب کے بھی ہیں۔اس صورت میں اَرَءَ یْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ کے یہ معنے ہیں کہ کیا تُو نے اس شخص کو دیکھا ہے جو دین کو جھٹلا تا ہے اور آگے تشریح ہے کہ دین کے جھٹلانے سے اس جگہ کیا مراد ہے۔یتیم کو جھڑ کنا۔مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہ دینا۔نماز سے لاپرواہی کرنا۔ریاکاری کرنا۔ ماعون سے روکنا۔ایسا آدمی خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہے اور وہ دین کو جھٹلانے والا ہے۔کیونکہ ایسا کرنے والا درستگیٔ اعتقاد یعنی ایمان متعلق جزاءسزاء سے بے بہرہ ہے۔ اور تہذیبِ اخلاق سے بھی عاری ہے۔کیونکہ وہ دفعِ شرّ کرتا ہے اور نہ طلبِ منفعت کرتا ہے اور نہ وہ تزکیہ نفس کی طرف توجہ رکھتا ہے۔کیونکہ نماز سے تساہل کرنے والا ہے۔اور ادنیٰ چیزوں سے جو گھر کے اندر عام استعمال میں آتی ہیں ایک دوسرے کو برتنے سے منع کرتا ہے۔اور اخلاق کے ادنیٰ مراتب سے بھی گرا ہوا ہے۔

اس جگہ مکذّب کے دو بڑی نشانیاں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ یتیم کو دھکے دیتا ہے اور دوم یہ کہ مسکین کو کھانا نہیں دیتا۔مسکین اور یتیم ہر دو عام لفظ ہیں۔اور ہر ایک شخص جو مساکین اور یتامیٰ کے ساتھ بدسلوکی کرے گا۔وہ خدا تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر وارد کرے گا۔لیکن اس میں ایک باریک اشارہ ایک خاص یتیم اور مسکین کی طرف ہے۔جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر دنیوی تعلقات کو قطع کر دیا ہے اور دنیوی اموال اور جاہ وحشم کو بالکل ترک کر دیا ہے۔اور وہ خدا کی خاطر ایک یتیم اور مسکین بن گیا ہے تب خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی ہستی کے ثبوت کے واسطے ایک حجّت اور نشان مقرر کر کے دوبارہ دنیا میں داخل کر دیا ہے۔خداوند تعالیٰ کے تمام انبیاء کا یہی حال ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ جو دنیا میں عام طور پر اپنی بے دینی کے باعث یتامیٰ اور مساکین پر ظلم روا رکھتے ہیں۔وہ اپنی عادت کے مطابق آیات اللہ کے ساتھ ٹکر کھا کر اپنی بداعمالیوں کا آخری نتیجہ پا لیتے ہیں۔جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو ایک یتیم اور مسکین، بے کس اور بے بس ایک اکیلا انسان سمجھا۔اور آپؐ کے ساتھیوں کو چند غرباء ضعفاء کے سوائے نہ پایا اور آپؐ کے قتل کے دَرپے ہوئے۔خدا تعالیٰ نے انکے منصوبوں کو ایسا خاک میں ملایا اور ان کو ایسی ناکامی کا مُنہ آنحضرتؐ کے سامنے ہی دکھایا کہ اسکی نظیر تاریخ کے معرکہ ہائے جنگ و جدال میں نظر نہیں آتی۔ایسا ہی اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کا ایک مُرسل ہمارے درمیان موجود ہے۔جس نے آبائی عزت و جاہ اور اموال و جاگیر کو اپنے خدا کی محبت کے آگے ہیچ جان کر سب کچھ ترک کیا اور گوشہ میں بیٹھ کر گمنامی کے درمیان اپنے خدا کی یاد کو سب باتوں پر ترجیح دی۔دنیا نے اس کو یتیم اور مسکین دیکھا۔اور دنیا کے فرزندوں نے چاہا کہ اس مسکین کو کھانا نہ دے اور نہ اس کو ملے۔اور نہ اس کے ساتھ کوئی بات کرے اور اس کے حق میں سخت کُفر کے فتوے لگائے لیکن خدا تعالیٰ کا غضب ایسے کفر بازوں پر نازل ہوا اور ان کے نوجوانوں کو کھا گیا اور انکے بچوں کو یتیم کر گیا اور ان کے گھروں کو ویران کر گیا۔ پر وہ جس کیلئے کہا گیا کہ کوئی اس کو کھانا نہ دے۔اس کا گھر خدا نے ہر قسم کی نعمتوں کے ساتھ بھر دیا۔

پس بڑا بدنصیب وہ ہے جو خدا کے فرستادہ کو یتیم اور مسکین دیکھ کر دھکے دے اور دوسروں کو بھی اس کے پاس جانے سے روکے۔

(حقائق الفرقان جلدچہارم صفحہ 477-479)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

رسول کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو نہایت خوبصورت شکل میں دیکھا۔ آپؐ فرماتے ہیں مجھے میرے ربّ نے یہ دُعا پڑھنے کا ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ ، وَتَرْکَ الْمُنْکَرَاتِ، وَحُبَّ الْمَسَاکِیْنِ،

وَاِذَا اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں کے چھوڑنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ مساکین کی محبت مجھے عطا کر۔ اور جب تو بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا چاہے تو بغیر فتنہ میں ڈالے میری روح قبض کر لے۔

✲✲✲✲✲✲

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ عموماً یہ دُعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ فِیْ جَسَدِیْ، وَعَافِنِیْ فِیْ سَمْعِیْ وَبَصَرِیْ وَاجْعَلْھُمَا الْوَارِثَ مِنِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ، سُبْحَانَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

اے اللہ! میرے جسم کو بھی عافیت سے رکھ میری سماعت اور بصارت کی بھی خود حفاظت فرما اور اُن کے وارث میرے لئے پیدا فرما۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بردبار اور عزت والا ہے۔ پاک ہے اللہ جو عرش عظیم کا ربّ ہے۔ سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو ربّ العالمین ہے۔

✲✲✲✲✲✲

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے کاموں میں بدشگونی روک بن جائے اُس نے بھی شرک کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کا ازالہ کیسے ہو؟ فرمایا یہ دُعا پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ لَاطَیْرَ اِلَّا طَیْرُکَ وَلَاخَیْرَ اِلَّاخَیْرُکَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

(ابو داؤد کتاب الادب)

اے اللہ! کوئی بدشگونی (مؤثر) نہیں سوائے تیری تقدیرِ شرّ کے اور کوئی بھلائی نہیں ملتی سوائے تیری بھلائی کے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

✲✲✲✲✲✲

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اب آسماں سے نورِ خُدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دُشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد — منکر نبیؐ کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبیؐ کی حدیث کو — جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الْحَرْب کی خبر — کیا یہ نہیں بُخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چُکا ہے سیّدِ کونینِ مصطفیٰؐ — عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا — جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند — کھیلیں گے بچے سانپوں سے بیخوف و بے گزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا — بُھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا
یہ حکم سُن کے جو بھی لڑائی کو جائے گا — وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا
اِک معجزہ کے طور سے یہ پیش گوئی ہے — کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے
القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں — کر دے گا ختم آ کے وہ دیں کی لڑائیاں
ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں — اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں
اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی — وہ سلطنت وہ رُعب وہ شوکت نہیں رہی
وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی — وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمّت نہیں رہی
وہ علم وہ صلاح وہ عِفّت نہیں رہی — وہ نُور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی
وہ درد وہ گداز وہ رِقّت نہیں رہی — خلقِ خُدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی
دل میں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی — حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے۔اور جس خدا کی کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں۔اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر ''حَسْبُنَا كِتَابُ الله'' ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔بالخصوص قصوں میں جو بالا تفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روزِ حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جلّ شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعتِ اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترکِ فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اسی پر مریں۔اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں۔اور صوم اور صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔غرض وہ تمام امور جن پر سلفِ صالحین کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے''۔

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد14 صفحہ 323)

''مَیں حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ اور داخل موتیٰ ایماناً ویقیناً جانتا ہوں اور ان کے مرجانے پر یقین رکھتا ہوں۔اور کیوں یقین نہ رکھوں جب کہ میرا مولیٰ، میرا آقا اپنی کتاب عزیز اور قرآن کریم میں ان کو متوفّیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور سارے قرآن میں ایک دفعہ بھی ان کی خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں بلکہ ان کو صرف فوت شدہ کہہ کر پھر چپ ہوگیا۔لہٰذا اُن کا زندہ بجسدہ العنصری ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کی رُو سے خلاف واقعہ سمجھتا ہوں بلکہ اس خیال حیاتِ مسیح کو نصوص بیّنہ قطعیہ یقینیہ قرآن کریم کی رو سے لغو اور باطل جانتا ہوں''۔

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد4 صفحہ 315)

خطبہ جمعہ

احمدیوں کے حالات پاکستان میں تنگ سے تنگ تر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے

صحابہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی بعض روایات کا تذکرہ جو ان کے رؤیاء و کشوف کے بارہ میں ہیں۔جو اصل میں توحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ہیں یا ایمان اور یقین میں بڑھانے کے لئے ہیں۔ ان کے بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہمارے اندر بھی وہ ایمان اور یقین پیداہو ،وہ تعلق باللّٰہ پیدا ہو اور ہم لوگ بھی خداتعالیٰ کے ساتھ ایسے سچے تعلق کو قائم کرنے والے بن جائیں جس کو پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں تشریف لائے تھے

کوئٹہ میں ایک اورشہادت۔اللہ تعالیٰ جلدتر دشمنوں کوکیفر کردارتک پہنچائے۔جماعت کودعاؤں کی طرف خاص طور پرتوجہ دینی چاہئے

لاہور میں ماڈل ٹاؤن کے احمدیہ قبرستان میں بعض شرپسندوں کی طرف سے 120 قبروں کی بے حرمتی کی واردات۔قبروں کے کتبے بھی توڑ دیئے گئے۔بظاہرشواہد یہی نظر آتے ہیں کہ اس میں پولیس کا بھی ہاتھ ہے

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 7 دسمبر 2012ء بمقام ہیمبرگ (جرمنی)

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

مَیں نے کچھ عرصہ سے وقتاً فوقتاً صحابہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایات کا بیان شروع کیا ہوا ہے۔ پہلے تو مجموعی روایات شروع میں لی تھیں۔ پھر خیال آیا کہ مختلف عناوین کے تحت بیان کروں۔ سو یہ سلسلہ گزشتہ کئی ماہ سے بلکہ سال سے زیادہ عرصہ سے چل رہا ہے۔ آج بھی مَیں اس کے تحت صحابہ حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ روایات جو ان کی اپنی رؤیا وکشوف کے بارے میں ہیں، وہ بیان کروں گا۔ جو اصل میں تو حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے ہیں۔ یا ایمان اور یقین میں بڑھانے کے لئے ہیں اور بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ ہمارے اندر بھی وہ ایمان اور یقین پیدا ہو، وہ تعلق باللہ پیدا ہو اور ہم لوگ بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے سچے تعلق کو قائم کرنے والے بن جائیں جس کو پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں تشریف لائے تھے۔ کیونکہ مختلف رنگ میں یہ روایات بیان ہو رہی ہوتی ہیں اور بعض دفعہ مختلف جگہوں میں بیان ہوئی ہیں اس لئے عموماً میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ دوبارہ بیان نہ ہوں، چیک تو کروایا جاتا ہے لیکن بہرحال بعض ہوسکتا ہے دوبارہ بھی آجائیں۔

پہلی روایت حضرت سردار کرم داد خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جنہوں نے 1902ء میں بیعت کی تھی اور اُسی سال حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی کی۔ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیعت کرنے سے پہلے خواب میں دیکھا۔ وہ اس طرح کہ ایک سڑک ہے جس پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام مل کر ٹہلتے آرہے ہیں۔ بندہ سامنے سے آرہا ہے۔ (یعنی یہ کہتے

ہیں مَیں اُن کے سامنے سے آ رہا ہوں) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مخاطب کر کے انگلی کا اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، یہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ تین دفعہ حضور نے فرمایا۔ کہتے ہیں جب مَیں نے 1902ء میں بمقام قادیان دارالامان جبکہ چھوٹی مسجد ہوا کرتی تھی (مسجد مبارک جبکہ چھوٹی مسجد تھی) بیعت کی تو اسی حلیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پایا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 1 روایت حضرت سردار کرم داد خان صاحبؓ)

پھر حضرت کریم الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں جنہوں نے 1896ء میں بیعت کی اور اُسی سال ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں کہ 1896ء کے تقریباً نصف حصہ میں بذریعہ خواب بندہ کو (یعنی کہ ان کو اُس سال کے مئی جون کے قریب) خواب میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت جبکہ حضور اونٹنی پر سوار تھے، ہوئی۔ (خواب میں دیکھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اونٹنی پر سوار تشریف لا رہے ہیں) کہتے ہیں پھر بندہ کو حضور کی زیارت بصورت اکیلے ہونے کے جبکہ ایک ایسے کھیت میں سے گزر رہے تھے جو کہ تازہ تازہ جوتا گیا تھا اور جس میں مٹی کے ابھی بڑے بڑے ڈھیلے تھے اور حضور اس میں سے میری طرف کو آ رہے تھے، ہوئی۔ (یعنی یہ بھی خواب بیان کر رہے ہیں) اور حضور نے بڑے تپاک اور محبت سے بندہ سے مصافحہ کیا اور بندہ اس حالت میں بہت خوش ہوا۔ خواب ہی میں اس سے پہلے ایک نقشبند پیر سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا اور اس پیر نے میرے ہاتھ کو پرے ہٹا کر کہا کہ چل بے دین۔ (حالانکہ سلام کرنے کا اسلام کا حکم ہے۔ بہرحال اس نے بے دین کہہ کر سلام نہیں کیا۔) کہتے ہیں اس کے بعد حضور سے ملاقات ہوئی اور حضور بڑے تپاک سے ملے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 38 روایت حضرت کریم الدین صاحبؓ)

حضرت کریم الدین صاحبؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک خواب میں مَیں نے دیکھا کہ چوہدری نبی بخش صاحب حوالدار پولیس کو جو کہ حضور سے شرفِ بیعت حاصل کر چکے تھے، الہام ہوتا ہے۔ (خواب میں ان کو بتایا گیا، یہ پولیس کے حوالدار جو ہیں، ان کو الہام ہوتا ہے۔ یہ آجکل کی پولیس نہیں ہے پاکستان کی یا ہندوستان کی جن کو سوائے رشوت کے اور بے ایمانی کے اور کچھ نہیں آتا۔ یہ اُس زمانے کے لوگ تھے جن کا اللہ تعالیٰ سے تعلق تھا۔ تو کہتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ان کو الہام ہوتا ہے۔) کہتے ہیں یہ خواب مَیں نے اپنے ایک دوست سید محمد علی شاہ صاحب کو سنائی۔ اور انہوں نے کہا یونہی سر نہ کھاؤ۔ لیکن جب میں صبح کی نماز پڑھ کر مسجد سے واپس آیا اور سورج نکل رہا تھا تو سید مولوی محمد علی شاہ صاحب مرحوم اور چوہدری نبی بخش صاحب کچھ الفاظ جو چوہدری صاحب نے کاغذ پر رات کو لکھے ہوئے تھے اور ادھر اُدھر اوپر نیچے تھے اور بے ترتیب تھے، ان کو ترتیب دے رہے تھے۔ (سید محمد علی شاہ صاحب نے ان سے تو یہی کہا کہ یونہی میرا دماغ نہ کھاؤ۔ کوئی الہام شاہام نہیں ہوتا چوہدری صاحب کو۔ لیکن کہتے ہیں نماز سے مَیں واپس آ رہا تھا تو چوہدری نبی بخش صاحب بھی اور محمد علی شاہ صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپس میں ان کا تعلق تھا اور کچھ کاغذوں کو ترتیب دے رہے تھے۔ تو کہتے ہیں مجھے شک پڑا کہ یہ رات کے کوئی الہامات ہیں یا ویسے الہامات ہیں جن کو ترتیب دے رہے ہیں)۔ تو مَیں نے اُن سے کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ سر نہ کھاؤ (پہلے جب مَیں نے اس طرح بات کی تھی۔) اب بتاؤ یہ کیا بات ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ لوگ مذاق کرتے ہیں، مخول کرتے ہیں، اس واسطے اظہار نہیں کرتے۔ کہتے ہیں اُسی وقت سے مجھے خیال آیا جبکہ حضور کے مریدین کو الہام ہوتے ہیں تو ضرور حضرت مسیح موعود سچے ہیں۔ اُس وقت میری عمر سولہ سترہ برس کی ہوگی۔ مَیں نے حضور کی کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی اور نہ ہی مجھے اس وقت تحقیق کا مادہ تھا کیونکہ میں بچہ ہی تھا اور دینی تعلیم بھی میری کوئی نہیں تھی۔ صرف قرآنِ کریم ناظرہ بے ترجمہ پڑھا تھا اور اُس وقت میری دنیاوی تعلیم صرف نارمل پاس تھی۔ (میرا خیال ہے آٹھویں پاس کہنا چاہتے ہیں) اور مَیں قلعہ صوبہ سنگھ میں نائب مدرس تھا۔ پھر ایک خواب میں مَیں نے دیکھا کہ مَیں ماہ کاتک (میرا خیال ہے ستمبر اکتوبر کا مہینہ ہے) مَیں فوت ہو جاؤں گا۔ مَیں انتظار کرتا رہا۔ اب میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اور میں ضرور کاتک میں (پنجابی مہینہ ہے) فوت ہو جاؤں گا۔ کیونکہ اس سے پہلے جو خوابیں مجھے آئیں وہ پوری ہو گئی تھیں، اس لئے مجھے یقین تھا کہ پہلی خوابیں پوری ہوتی رہی ہیں تو یہ بھی پوری ہو گی اور زیادہ سے زیادہ ستمبر اکتوبر تک میری زندگی ہے۔ لیکن کہتے ہیں

کا تک گزر گیا اور میں نے محمد علی شاہ صاحب مرحوم سے عرض کیا کہ آپ تو کتابیں ہی پڑھتے رہیں گے اور آپ کی تسلی ہو گی۔ (محمد علی شاہ صاحب کا چوہدری نبی بخش صاحب کے ساتھ تعلق تھا، اُن کے الہامات کا بھی پتہ تھا کہ ہوتے ہیں، لیکن انہوں نے شاید اُس وقت تک بیعت نہیں کی تھی۔ لیکن بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متأثر تھے اور آپ کی کتب پڑھا کرتے تھے۔ تو کہتے ہیں مَیں نے اُن کو کہا آپ تو کتابیں پڑھتے رہیں گے اور پتہ نہیں آپ کی تسلی کب ہونی ہے لیکن مَیں تو آپ سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر آؤں گا)۔ چنانچہ کہتے ہیں مَیں وہاں سے پیدل ہی چل پڑا اور قادیان پہنچا۔ جب مَیں یہاں آیا تو مَیں کئی دن ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ ایک دن مَیں نے حکیم فضل دین صاحب بھیروی سے ذکر کیا کہ مَیں نے حضور کی بیعت کرنی ہے۔ تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ مَیں نے سمجھا کہ یونہی لڑکا اِدھر اُدھر پھر رہا ہے۔ حکیم صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں میری بیعت کی خواہش کا ذکر کیا تو حضرت اقدس نے منظور فرمایا اور اپنے ہاتھ میں میرا ہاتھ لے کر صرف مجھ اکیلے ہی کو شرفِ بیعت عطا فرمایا۔ میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو جیسا کہ خوابوں میں دیکھا تھا، آکر بعینہٖ ویسا ہی پایا۔ یہ خداوند تعالیٰ کی خاص موہبت عظمیٰ ہے جو کہ مجھ پر ہوئی ورنہ معلوم نہیں میری کیا حالت ہوتی اور میرا نام اصحاب بدر میں نمبر اڑسٹھ یا انہتر پر جو کہ ضمیمہ انجامِ آتھم میں فہرست دی گئی ہے، لکھا ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 5 صفحہ 38 تا 40 روایت حضرت کریم الدین صاحبؓ)

یہ انہتر نمبر (69) پر ان کا نام وہاں ضمیمہ انجامِ آتھم میں لکھا گیا ہے۔

پھر حضرت میاں اللہ دتہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جنہوں نے 1900ء میں بیعت کی اور 1905ء میں ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ کہتے ہیں میں ماہل پور ضلع ہوشیار پور کا رہنے والا ہوں۔ جس وقت چاند اور سورج کو گرہن لگا اُس وقت میری عمر قریباً دس بارہ برس تھی اور اُس وقت مَیں نے اپنے استاد کے ساتھ قرآنِ کریم اور نوافل بھی پڑھے تھے۔ 1897ء یا 1898ء میں ہمارے گاؤں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پہنچ گیا تھا کہ قادیان ضلع گورداسپور میں حضرت مہدی علیہ السلام آ گئے ہیں۔ یہ ذکر شیخ شہاب الدین صاحب کی معرفت پہنچا تھا۔ دو تین سال باہم تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ سن 1900ء کے قریب اس عاجز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں قادیان میں دیکھا۔ اگرچہ میں خود قادیان نہیں آیا تھا۔ اُس خواب سے میری تسلی ہو گئی۔ (پہلے قادیان کبھی نہیں دیکھا تھا لیکن قادیان خواب میں دیکھا۔ خواب سے تسلی ہو گئی) اور سوچا کہ جتنی جلدی ہو سکے بیعت کر لوں۔ کہتے ہیں میں ایک پیسے کا کارڈ لے کر قاضی شاہ دین صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ چونکہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کر لی ہے اور اُس کے متعلق تسلی ہو گئی ہے اس لئے میرا بیعت کا خط لکھ دو اور انگوٹھا لگوا لو۔ انہوں نے کہا کہ ابھی ٹھہرو، چند دن کے بعد بیعت کنندگان کی فہرست بنا کر بھیجیں گے۔ کہتے ہیں جہاں تک مجھے علم ہے قریباً چالیس آدمیوں کی فہرست بنا کر بھیجی گئی جنہوں نے بیعت کی تھی جس میں میرا نام بھی تھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 4 صفحہ 49 روایت حضرت میاں اللہ دتہ صاحبؓ)

حضرت دین محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جنہوں نے 1902ء میں بیعت کی تھی اور 1904ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں 1902ء میں پیچش اور بخار سے بیمار ہو گیا۔ اُن دنوں میں میرے والد صاحب کلکتہ میں محنت مزدوری کے لئے گئے ہوئے تھے۔ میں خواب میں قادیان آ گیا۔ پہلے میں نے قادیان کا کبھی خیال بھی نہیں کیا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چھوٹا سا کمرہ ہے، اُس میں نیچے ٹاٹ بچھا ہوا ہے۔ آگے چاروں طرف چار طاقیاں ہیں (یعنی طاقچے بنے ہوئے ہیں۔ دیوار کے اندر ایک جگہ رکھنے کے لئے بنی ہوتی تھی) ہر طاقی میں ایک دوات ہے۔ حضور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں ٹہل رہے ہیں اور کوئی مضمون لکھ رہے ہیں۔ جس طاقی کی طرف جاتے ہیں وہاں سے ہی قلم بھر لیتے ہیں۔ مَیں دروازہ پر جا کر کہتا ہوں کہ السلام علیکم۔ حضور نے فرمایا وعلیکم السلام آؤ بیٹا تم آئے۔ مَیں نے کہا حضور یونہی آیا ہوں۔ فرمایا تم پرسوں کو راضی ہو جاؤ گے۔ (یہ خواب بتا رہے ہیں) تمہارا والد بہت لوگوں کے بس میں ہے وہ تم کو روپے بھیجے گا۔ صبح اُٹھتے ہی یہ خواب مَیں نے اپنے محترم و مکرم و محسن استاد حضرت سید بہاول شاہ صاحب کو سنایا۔ انہوں نے میرے کہنے سے دوسرے دن بیعت کا خط لکھ دیا۔ جواب موجود و محفوظ ہے۔ (جب یہ بیان کر رہے تھے اُس وقت تک خط ان کے پاس تھا۔)

کہتے ہیں دوسرے دن پھر خواب میں قادیان حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ پہلی ہی طرح حضور نے فرمایا۔ آؤ تم آئے۔ مَیں نے عرض کیا حضور یونہی آیا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ آپ کے ایک لڑکا ہوگا۔ وہ ایسا لڑکا ہوگا جو آپ کے کنبہ میں کبھی نہیں ہوا۔ اُس کی ایک ران پر سیاہ داغ ہوگا۔ پھر مَیں نے یہ خواب بھی حضرت شاہ صاحب کو سنایا۔ غرض پہلے خواب کو جب تین دن ہوئے تو میں اب تندرست ہو گیا۔ گویا کبھی بیمار ہی نہیں تھا۔ تھوڑے دن کے بعد والد صاحب نے مبلغ تیس روپے ارسال فرمائے۔ پھر تو مجھے ایسا عشق ہوا کہ کون وقت ہو، حضرت صاحب کی زیارت کروں۔ والدین خفیہ مخالفت کرتے رہے۔ 1904ء میں لاہور جا کر حضور کے دستِ مبارک پر بیعت کی، حضور کی خدمت میں قریباً پانچ دن رہا۔ حضور کا مقام غالباً مرہم عیسیٰ کے مکان پر تھا۔ کہتے ہیں ایک مولوی لنگور کی طرح ٹالیوں (شیشم کے درخت) پر چڑھ کر بہت بکواس کرتا تھا اور ٹالی مولوی کے نام سے مشہور تھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد4صفحہ 118-119 روایت حضرت دین محمد صاحبؓ)

حضرت حافظ ابراہیم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں جنہوں نے 1899ء میں بیعت کی اور 1900ء میں دستی بیعت کی۔ کہتے ہیں مَیں نے 1899ء میں بذریعہ خط کے بیعت کی اور اس سے پہلے بھی تین چار سال میرے والد صاحب نے بیعت کے لئے بھیجا تھا مگر میں بسبب بعض وجوہ کے واپس گھر چلا گیا۔ اس کے بعد سید بہاول شاہ صاحب جو ہمارے دلی دوست اور استاد بھی ہیں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی اور انہوں نے مجھے حضور کی کتابیں سنانی شروع کیں۔ جتنی اُس وقت تک حضور کی کتب تصنیف ہو چکی تھیں قریباً ساری مجھ کو سنائیں۔ (جو اَن پڑھ تھے وہ بھی کتابیں سنا کرتے تھے) کہتے ہیں انہی دنوں میں مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ مَیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا ہوں کہ حضور! مرزا صاحب نے جو اس وقت دعویٰ مسیح اور مہدی ہونے کا کیا ہے، کیا وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں سچے ہیں۔ مَیں نے کہا حضور! قسم کھا کر بتاؤ۔ آپ نے فرمایا مجھے قسم کھانے کی حاجت نہیں (ضرورت نہیں)۔ مَیں امین ہوں زمینوں اور آسمانوں میں۔ (یعنی کہ امین ہوں زمین و آسمان میں۔) اس کے بعد اُسی رات کی صبح کو میں نے مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بیعت کا خط اور اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا السلام علیکم بھی لکھ دیا۔ پھر اُس کے بعد 1900ء میں قادیان شریف آ کر حضور کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد4صفحہ 120روایت حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ)

حضرت منشی برکت علی خان صاحبؓ اپنی ایک مبارک خواب یوں بیان فرماتے ہیں۔ ان کا بیعت کا سن 1901ء ہے اور اُسی سال انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت بھی کی۔ کہتے ہیں 1901ء کے شروع میں جبکہ مردم شماری ہونے والی تھی، حضور نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں درج تھا کہ جو لوگ مجھ پر دل میں ایمان رکھتے ہیں، گو ظاہراً بیعت نہیں کی ہو، وہ اپنے آپ کو احمدی لکھوا سکتے ہیں۔ اُس وقت مجھے اس قدر حسنِ ظن ہو گیا تھا کہ میں تھوڑا بہت چندہ بھی دینے لگ گیا تھا اور گو مَیں نے بیعت نہ کی تھی لیکن مردم شماری میں اپنے آپ کو احمدی لکھوا دیا۔ مجھے خواب میں ایک روز حضور کی زیارت ہوئی۔ صبح قریباً چار بجے کا وقت تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ حضور برابر والے احمدیوں کے کمرہ میں آئے ہیں۔ چنانچہ مَیں بھی حضور سے شرفِ ملاقات حاصل کرنے کے لئے اُس کمرے میں گیا اور جا کر السلام علیکم عرض کی۔ حضور نے جواب دیا: وعلیکم السلام اور فرمایا۔ برکت علی! تم ہماری طرف کب آؤ گے؟ مَیں نے عرض کی حضرت! اب آ ہی جاؤں گا۔ حضور اُس وقت چار پائی پر تشریف فرما تھے۔ جسم ننگا تھا۔ سر کے بال ننگے اور پیٹ بھی نظر آ رہا تھا۔ اُس وقت کے چند روز بعد میں نے تحریری بیعت کر لی۔ یہ نظارہ مجھے اب تک ایسا ہی یاد ہے جیسا کہ بیداری میں ہوا ہو۔ اُس کے بعد جلسہ سالانہ کے مقام پر میں نے دارالامان میں حاضر ہو کر دستی بیعت بھی کر لی۔ اُس وقت میں نے دیکھا کہ حضور کی شبیہ مبارک بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ میں نے خواب میں دیکھی تھی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اتفاقاً میں اُس مہمان خانے میں اترا ہوا تھا جس میں اب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سکونت پذیر ہیں۔ (یہ گھر مسجد اقصیٰ کے قریب ہی ہے)۔ کہتے ہیں مَیں ایک چار پائی پر بیٹھا تھا کہ سامنے چھت پر غالباً کسی ذرا اونچی جگہ پر حضور آ کر تشریف فرما ہوئے۔ نہا کر آئے تھے، بال کھلے ہوئے تھے۔ جسم ننگا تھا۔ یہ شکل

خصوصیت سے مجھے ویسے ہی معلوم ہوئی جو مَیں خواب میں دیکھ چکا تھا۔ اور مجھے مزید یقین ہوگیا کہ یہ خواب اللہ تعالیٰ نے میری ہدایت کے لئے مجھے دکھلایا تھا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد4صفحہ 138-139روایت حضرت منشی برکت علی صاحبؓ)

حضرت خیر دین صاحبؓ ولد مستقیم صاحب فرماتے ہیں۔ (ان کا بیعت کا سن 1906ء ہے اور زیارت بھی 1906ء میں کی) کہ ایک دن نیند میں خاکسار نے آسمان سے ایک آواز سنی کہ نورالدین کا نام فرشتوں میں عبدالباسط ہے۔ یہ واقعہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپؓ نے ہنستے ہوئے (یہ حضرت خلیفۃ اوّل کے بارے میں ہے) فرمایا کہ مجھے بھی معلوم ہے کہ میرا نام عبدالباسط ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7صفحہ 157-158روایت حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت خیر دین صاحبؓ ولد مستقیم صاحب ہی کی روایت جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (پہلے مَیں نے بتا دیا ہے کہ انہوں نے 1906 میں بیعت کی ہے۔) کہتے ہیں جب آپ نے خلعتِ خلافت پہنا اور حضور نے ابتدائی تقریر مسجد مبارک میں شروع کی تو اُس وقت آپ کی ران مبارک پر پھوڑا تھا اس لئے آپ کے لئے کرسی لائی گئی۔ چنانچہ آپ نے تقریر شروع کی۔ اُس وقت خاکسار سیڑھیوں کے سامنے مسجد میں بیٹھا ہوا تھا۔ تمام مسجد بھری ہوئی تھی۔ اُس وقت میری حالت نہ نیند میں تھی نہ اونگھ میں، بلکہ میں اچھی طرح بیداری کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ سورج کی روشنی بدل کر کوئی اور ہی روشنی آ گئی ہے۔ وہ روشنی ایسی لذّت اور سرور والی ہے کہ جس کی کیفیت بیان نہیں ہوسکتی۔ اُس کے سرور اور لذّت کا میں اندازہ نہیں کر سکا۔ دیکھتے دیکھتے مسجد کا وجود بھی جاتا رہا اور مجلس بھی غائب ہوگئی۔ صرف حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا وجود آنکھوں کے سامنے ایک ستارے کی طرح بنا ہوا نظر آتا ہے جو اُس نور میں گھوم رہا ہے۔ بہت دیر تک یہی حالت دیکھتا رہا مگر کس حالت میں نہ نیند ہے نہ اونگھ، بلکہ ٹھیک طرح مجلس میں بیٹھا بھی ہوا ہوں اور یہ نظارہ روحانی بھی دیکھ رہا ہوں۔ کچھ دیر کے بعد اچانک یہ حالت ہونے لگی۔ اسی طرح مسجد دکھائی دینے لگی۔ اسی طرح لوگ، اُسی طرح حضرت اقدس دکھائی دینے لگ گئے۔ کہتے ہیں یہی نور جو اُس وقت خاکسار نے حضرت اقدس کے اردگرد دیکھا جو اُس وقت ایک ستارے کی شکل میں تھے برابر گیارہ دن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو اس حالت میں ہر وقت دیکھتا رہا۔ جدھر آپ جاتے تھے اُدھر ہی وہ نور دائیں بائیں آگے پیچھے رہتا تھا۔ مَیں جس حالت میں ہوتا تھا، اُسی حالت میں حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو اُس نور کے اندر دیکھتا تھا۔ خواہ مَیں گھر میں ہوتا یا باہر کام کر رہا ہوتا یا یونہی بیٹھا ہوتا۔ کھانا کھا رہا ہوتا یا باتیں کر رہا ہوتا۔ (مختلف وقتوں میں ان پر یہ کشفی حالت طاری ہوتی رہتی تھی) کہ وہ نور اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مجھے دکھائی دیتے ہی رہتے۔ کہتے ہیں یہ نظارہ متواتر گیارہ دن تک دیکھتا رہا۔ ایسا کشف نہ میں نے کبھی سنا ہے نہ کبھی اتنا لمبا دیکھا ہے۔ یہ صرف اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور نورِ نبوت کا اثر ہے کہ میرے جیسے معمولی انسان بھی اس قدر بڑے اور اتنے اتنے لمبے کشف دیکھتے ہیں۔ یہ کشف بھی گویا اس آیتِ کریمہ کے ماتحت ہے جس میں کہ لکھا ہے کہ پاک اور نیک لوگوں کو ایک نور ملے گا جیسا کہ سورۃ تحریم کی یہ آیت فرمائی ہے، نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ(التحریم:9)۔ دوسری آیت شریف میں یہ ہے کہ جس کو اس دنیا میں نور نہیں ملتا اُس کو قیامت میں کیونکر ملے گا۔ گویا خدا تعالیٰ نے مجھے یہ بتایا کہ یہ تمہارا خلیفہ اُن برگزیدہ لوگوں میں سے ہے جن کو کہ قیامت کے دن نور ملے گا۔ اور اس دنیا میں بھی یہ شخص اپنے خدا کے نور میں ہی رہتا ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7 صفحہ 158-159روایت حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ فرماتے ہیں جن کی بذریعہ خط جنوری 1902ء کی بیعت ہے اور دسمبر 1902ء میں دستی بیعت کی۔ کہتے ہیں مجھے دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو فرشتے میری محافظت پر مقرر کئے ہیں۔ ایک کا نام محمد صدیق ہے اور میرے والد صاحب کی شکل پر ہے، اور دوسرے کا نام غلام صمدانی ہے۔ مصائب اور تکالیف کے وقت پھر فرشتہ سامنے متشکل ہو کر نظر آتا ہے اور والد نے کہا کہ دوبار کم از کم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ(الفاتحہ:2) پڑھا کرو۔ جس پر مَیں ہر نماز میں عمل کرتا ہوں۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7 صفحہ 201 روایت حضرت قاضی محمد یوسف صاحبؓ)

یعنی نماز میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ(الفاتحہ: 2) جو ہے وہ دو دفعہ پڑھتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ناں کہ حقیقی تعریف کے لائق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ حمد ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے، اس سے تعلق پیدا کرنے کے لئے، مشکلات دور کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے اور اس کے ہر ہر لفظ پر غور کرنا چاہئے۔

حضرت محمد فاضل صاحبؓ ولد نور محمد صاحب فرماتے ہیں جنہوں نے 1899ء کے آخر یا 1900ء کے ابتدا میں بیعت کی تھی کہ پہلے رسم و رواج کے مطابق نماز میں زیرِ ناف ہاتھ باندھتا تھا (یعنی عموماً جسے غیر از جماعت لوگ نماز پڑھتے ہوئے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں) اور کبھی کسی کی اقتداء میں نماز باجماعت پڑھنے کا موقع ملتا تو دل میں کبیدگی سی پیدا ہوتی اور فاتحہ خلف امام بھی پڑھ لیتا۔ (امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتا تھا) لیکن دل میں اضطراب رہتا تھا۔ (کہ فاتحہ خلف امام اور سینہ پر ہاتھ باندھیں یا کس طرح باندھیں؟ ان دونوں باتوں کے بارہ میں تسلی نہیں تھی کہ ہاتھ اوپر کر کے باندھنے چاہئیں یا ناف سے نیچے رکھنے چاہئیں، اور سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہئے یا نہیں پڑھنی چاہئے؟)۔ تو کہتے ہیں اسی حالتِ اضطراب میں ایک دن مَیں سو گیا تو خواب میں مَیں قادیان پہنچا ہوں۔ مسجد مبارک والی گلی سے جاتا ہوں۔ مَیں مسجد اقصیٰ کے دروازے پر پہنچا اور پہلے جو سیڑھیاں سیدھی تھیں، اُن پر گزر کر اندر داخل ہوتا ہوں تو حد مسجد سے باہر جوتیوں والی جگہ ایک پُھلاہی کا درخت ہے، (یہ ایک پودے کی قسم ہے) اور اُس کے پاس یا نیچے ایک پختہ قبر ہے اور اُس کی شمالی سمت میں ایک کنواں ہے اور مسجد میں ایک جماعت مکمل سینہ پر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہے اور مُصلّی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام امام ہیں اور امام کے مقابل ایک مقتدی کی جگہ خالی ہے۔ مَیں اُس جگہ جا کر کھڑا ہو گیا ہوں اور سینہ پر ہاتھ باندھ کر سورۃ فاتحہ شروع کی ہے۔ جب ختم کر کے آمین کہتا ہوں تو میری نیند کھل گئی۔ اس طرح مجھے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ ہاتھ یہاں باندھنے چاہئیں درمیان میں اور سورۃ فاتحہ بھی پڑھنی چاہئے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7 صفحہ 231 روایت حضرت محمد فاضل صاحبؓ)

حضرت خیر دین صاحبؓ ولد مستقیم صاحب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ خاکسار نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی لوگوں کی دعوت فرمائی ہے اور اُس دعوت کا کام حضرت اُمّ المومنین کر رہی ہیں اور حضرت اقدس بھی نگرانی کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔ جب مَیں پیغام کے طور پر حاضر ہوا تو جناب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کو چاول کھلاؤ۔ چنانچہ مجھے چاول دیئے گئے۔ ایک اور بات ہے مگر یہ اچھی طرح یاد نہیں کہ اُسی دعوت والی خواب کے ساتھ ہی ہے یا علیحدہ، مگر وہ بات مجھے خوب یاد ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو کرتہ پہناؤ۔ چنانچہ اس بات کے فرمانے کے بعد میں فوراً اپنے جسم کی طرف دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا خوبصورت سفید رنگ کا کرتہ میں نے پہنا ہوا ہے۔ نامعلوم کس طرح پہنچا، کس وقت پہنا، ناگہاں اُس کو اپنے جسم کے اوپر پہنا ہوا دیکھتا ہوں جس کا اثر آج تک مَیں اپنے اوپر محسوس کرتا رہتا ہوں۔ اسی طرح ایک دفعہ خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صحابہ کرام میں سے ہے۔ خواب کے بعد معلوم ہوا کہ یہ خواب آپ کے یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُس شعر کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ؎

صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی

چنانچہ وہ شخص جو مجھ کو ملا اُس نے اپنے اوپر کھیس لیا ہے جس کا کنارہ سرخ ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کھیس تم نے کہاں سے لیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ میں نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحلت فرما گئے ہیں۔ غالباً چودہ سو سال ہو گئے ہیں۔ (آپ کو وفات ہوئے۔ وصال ہوئے)۔ اُس نے جواب دیا کہ مجھ کو بہرحال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دیا ہے۔ یا یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی لیا ہے۔ صرف اس فقرے میں اختلاف ہے۔ بہرحال یہ تو لفظ کہتے ہیں اچھی طرح یاد ہے۔ میں نے کہا کہ بتاؤ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کی حفاظت کون کرتا ہے؟ اُس نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کی حفاظت مسجد کے مُنڈے کرتے ہیں۔ خاکسار نے پوچھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کا کیا حال ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ بیویوں کا کیا حال پوچھتے ہو، کچھ تو اُن میں سے دلّی پہنچ گئی ہیں۔ اُس وقت مجھے معلوم نہ تھا کہ حضرت اُمّ المومنین حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہ دلّی کے رہنے والے ہیں۔ کہتے ہیں کہ گویا اللہ تعالیٰ نے روحانی اور جسمانی طور پر تسلی دلا دی کہ یہ قرآنِ کریم کے مطابق سلسلہ ہے جیسا کہ وَاٰخَرِیْنَ میں فرمایا گیا ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7 صفحہ 156-157 روایت حضرت خیر دین صاحبؓ)

خیر دین صاحب کی ہی ایک روایت ہے اور وہ کہتے ہیں ایک دن

خاکسار نے خواب میں مسجد اقصیٰ کو دیکھا، مگر اس طرح دیکھا کہ اُس کے پاس ہی بیت اللہ ہے۔ ان دونوں کی شکل ایک ہی جیسی ہے۔ مَیں پہچان نہیں سکتا کہ قادیان والی مسجد اقصیٰ کونسی ہے اور بیت اللہ کونسا ہے۔ ان دونوں چیزوں کی شکل مجھ پر مشتبہ ہوگئی ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ اس کو مسجد اقصیٰ کہوں یا اُس کو کہوں۔ غرض یہ دونوں چیزیں مجھ پر مشتبہ ہوگئیں اور میری آنکھ کھل گئی۔ اُس کی تعبیر دل میں یہ ڈالی گئی کہ یہ وہی سلسلہ ہے جو اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعة:4) کا مصداق ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7صفحہ 158روایت حضرت خیر دین صاحبؓ)

حضرت حکیم عطا محمد صاحبؓ فرماتے ہیں (ان کی 1901ء کی بیعت اور زیارت بھی ہے۔) کہ بیعت کے بعد چند دن قادیان رہا اور پھر حضور سے اجازت حاصل کر کے واپس لاہور آ گیا اور صوفی احمد دین صاحب ڈوری باف نے احمدیہ جماعت کے احباب سے ملاقات کرائی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک صاحب نے محبت سے فرمایا (کسی احمدی نے کہا) کہ پھر محمدؐ صاحب قادیان آ گئے ہیں۔ کہتے ہیں اس بات کو سن کر مجھے حیرانی ہوئی، نئی نئی بیعت ہوئی ہوئی تھی۔ اور دعا کی کہ یا الٰہی! اس جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آ گئے ہیں اور مرزا صاحب محمد کیسے ہو سکتے ہیں؟ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہیں اور آسمان سے ایک فرشتے نے اتر کر مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ یہ مرزا صاحب ہیں۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ آسمان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اترا اور وہ نور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دماغ میں داخل ہوا۔ پھر تمام جسم میں سرایت کر گیا اور حضور کا چہرہ اُس نور سے پُر نور ہو گیا۔ پھر اُس فرشتے نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا پہلے تو مرزا صاحب تھے اب واقعی محمد ہو گئے ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7صفحہ 176روایت حضرت حکیم عطاء محمد صاحبؓ)

تو یہی اعتراض ہے نا۔ اصل میں تو یہ نورِ محمدی ہے جس کو پھیلانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے ہیں۔

حضرت شیخ محمد افضل صاحبؓ فرماتے ہیں۔ (1905ء کی ان کی بیعت ہے) کہ جس وقت خاکسار کی عمر 12 سال کی تھی اور گو ہمارے خاندان میں میرے تایا حکیم شیخ عباد اللہ صاحب اور میرے تایا زاد بھائی شیخ کرم الٰہی صاحب حضرت صاحب سے بیعت تھے مگر خادم نے نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا (یعنی انہوں نے خود نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا) اور نہ ہی حضور کا فوٹو دیکھا تھا۔ خواب دیکھا کہ میرے جسم کی تمام جان نکل گئی ہے مگر دماغ میں سمجھنے کی اور آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت باقی ہے۔ میرے سامنے ایک بزرگ بیٹھے ہیں اور اُن کے پیچھے گھٹنوں تک قدم مبارک دکھائی دیتے ہیں۔ میرے دل میں ڈالا گیا یہ بزرگ جو بیٹھے تیری طرف دیکھ رہے ہیں مرزا صاحب ہیں اور پچھلی طرف جو قدم مبارک نظر آتے ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح میں نے مرتضٰی خان ولد مولوی عبداللہ خان صاحب جو ان دنوں لاہوری جماعت میں شامل ہیں (یعنی بعد میں غیر مبائع میں شامل ہو گئے تھے) اُس کو یہ خواب بتائی اور تعبیر دریافت کی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو مرزا صاحب کی بدولت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی حاصل ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں خدا کی قسم کھا کر تحریر کرتا ہوں کہ جب 1905ء میں مَیں بیعت ہوا تو حضور وہی تھے جو خواب میں میری طرف دیکھ رہے تھے۔ اس طرح سے خدا جس کو چاہتا ہے سچا راستہ دکھا دیتا ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7صفحہ 218-219روایت حضرت شیخ محمد افضل صاحبؓ)

حضرت شیخ محمد افضل صاحبؓ فرماتے ہیں کہ جب میری عمر 15 سال کے قریب تھی تو مَیں نے بہشت اور دوزخ اور اعراف کو خواب میں دیکھا۔ اُن کے دیکھنے کی ایک لمبی تفصیل ہے، محض اسی پر ہی اکتفا کرتا ہوں کہ جب میں بہشت دیکھ کر باہر آیا تو ایک بزرگ ملے اور انہوں نے میرے کندھے پر دستِ مبارک رکھ کر فرمایا کہ لڑکے تُو کہاں؟ میں نے تو اُس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اُس بزرگ سے دریافت کیا کہ یہ مکان یعنی بہشت کس مالیت کا ہے؟ بزرگ نے فرمایا کہ اگر تیرا پٹیالہ (یعنی یہ پٹیالہ کے تھے) تیرا پٹیالہ سو دفعہ بھی فروخت ہو تو اس مکان کی ایک اینٹ کی بھی قیمت نہ ہوگا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جب میں 1905ء میں بیعت کے لئے قادیان شریف گیا تو مرزا صاحب وہی بزرگ تھے جو مجھ کو بہشت کے دروازے پر ملے تھے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7صفحہ 219روایت حضرت شیخ محمد افضل صاحبؓ)

حضرت محمد فاضل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولد نور محمد صاحب (ان کی بھی بیعت 1899ء کی ہے)۔ یہ روایت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن موضع مان کوٹ جو ہمارے قریب آٹھ کوس کے فاصلے پر ہے، گیا۔ رات کو وہاں پر نماز پڑھ کر سویا تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں مُصلّٰی پر بیٹھا ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مُصلّٰی کے (جائے نماز کے) سرہانے کی طرف آ کر بیٹھ گئے ہیں اور میرے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو اپنے انگوٹھے سے زور سے ملتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دل میں کچھ طاقت پیدا ہو گئی ہے۔ تو مَیں اُس وقت طاقت محسوس کرتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ ہاں حضور ہو گئی ہے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7صفحہ 231-232روایت حضرت محمد فاضل صاحبؓ)

یہ محمد فاضل صاحب ہی فرماتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں قادیان پہنچا ہوں اور مسجد مبارک کے اندر محراب کے پاس کونے میں حضرت اقدس علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ مسجد میں بڑی روشنی ہے۔ مَیں حضور کے آگے جا کر بیٹھ گیا ہوں تو حضور مجھے ایک سفید چینی کی پلیٹ جس میں نہایت شفاف سرخ رنگ کا حلوہ ہے اپنے دست مبارک سے دے کر کہتے ہیں کہ یہ کھالو۔ چنانچہ میں نے اُسی وقت اُس کو کھا لیا اور وہ نہایت ہی خوشگوار ہے اور اس پر میری آنکھ کھل گئی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7صفحہ 235-236روایت حضرت محمد فاضل صاحبؓ)

حضرت حافظ جمال احمد صاحبؓ فرماتے ہیں جنہوں نے 1908ء میں مئی میں زیارت کی تھی کہ میری اہلیہ مرحومہ نے بیان کیا کہ میرے دل میں ایک وسوسہ پیدا ہوا کہ پیر تو اور بھی بہت ہیں پھر ہم حضرت صاحب کو سچا اور دوسروں کو جھوٹا کیوں کہتے ہیں؟ (کہ صرف سچے پیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں اور دوسرے سب غلط ہیں)۔ کہتی ہیں کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صاحب کا بازو پکڑ کر فرمایا کہ جو ان کو قبول نہیں کرتا وہ کافر ہے۔ میری اہلیہ مرحومہ کا گھرانہ پہلے سید احمد رضا خان بریلوی کا مرید تھا۔ اُس کے بعد سے پھر اُن کو تسلی ہو گئی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد7صفحہ 251روایت حضرت محمد فاضل صاحبؓ)

حضرت میاں محمد ظہور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی بیعت 1905ء کی ہے، لکھتے ہیں کہ میرے خسر قاضی زین العابدین صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ سے پہلے حضرت منشی احمد جان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کئے ہوئے تھے۔ حضرت منشی احمد جان صاحب لدھیانوی کے فوت ہونے کے بعد مکرمی معظمی قاضی زین العابدین صاحب نے کئی بار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جا کر کشف قبور کے طریق پر مراقبہ کیا۔ ایک روز حضرت مجدد الف ثانی کی آپ کو زیارت ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیوں کیا چاہتے ہو؟ قاضی صاحب نے عرض کیا کہ یادِ الٰہی! میرے مرشد فوت ہو گئے ہیں۔ اتنا لفظ سن کر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی صورت غائب ہو گئی۔ پھر قاضی صاحب وہاں سے واپس آ گئے۔ پھر دو تین روز گئے، ویسا ہی عمل کیا، مراقبہ کیا، قبر پر بیٹھ کر دعا کی۔ پہلے کی طرح پھر حضرت مجدد الف ثانی کی شکل سامنے آئی اور دریافت کیا کہ کیا چاہتے ہو؟ پھر قاضی صاحب نے عرض کیا کہ یادِ الٰہی! (یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق) اور ساتھ لگتے ہی عرض کی، اس کے ساتھ ہی کہتے ہیں میں نے اُن کو عرض کیا کہ کیا میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پاس جاؤں۔ حضرت مجدد صاحب نے فرمایا کہ وہاں تمہاری تسلی نہ ہو گی۔ اتنا کہہ کر وہ شکل پھر غائب ہو گئی۔ پھر کچھ دن کے بعد قاضی صاحب قادیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جا کر رہے۔ فرماتے تھے کہ جو مزہ حضرت منشی احمد جان صاحب کی مجلس میں ہمیں ملتا تھا وہ قادیان میں میسر نہ تھا۔ وہاں کچھ اُن کو پہلے جو عادت تھی، کہتے ہیں مجھے مزہ نہیں آیا۔ حضرت مجدد الف ثانی صاحب کے فرمانے کے مطابق ہماری تسلی نہ ہوتی تھی۔ خیر کئی بار قادیان جا کر ہفتہ ہفتہ رہ کر آتا تھا۔ حضرت منشی احمد جان صاحب وہ بزرگ ہستی ہیں کہ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی حالات کو ہی دیکھ کر لوگوں کی بیعت لینا چھوڑ دی تھی اور جو کوئی آتا اُس کو آپ فرمایا کرتے تھے کہ اب جس کو یادِ الٰہی کا شوق ہو وہ قادیان مرزا غلام احمد کے پاس جائے۔ 1885ء میں ان کی وفات ہو گئی تھی۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کو حج کے وقت دعا کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا تھا۔ بہر حال کہتے ہیں کہ منشی احمد جان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو اَن ہوند کے تھے۔ (جب کوئی نہیں تھا تو ہم تھے)۔ ہم تو مخلوقِ خدا کو ایک ایک قطرہ دیا کرتے تھے مگر یہ شخص یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ

والسلام تو ایسا عالی ہمت پیدا ہوا ہے کہ اس نے تو چشمہ پر سے پتھر ہی اُٹھا دیا ہے۔ اب جس کا جی چاہے سیر ہو کر پیئے اور ساتھ ہی یہ شعر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ مبارک میں فرمایا کرتے تھے۔

ہم مریضوں کی ہے تمہی پہ نظر   تم مسیحا بنو خدا کے لئے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لدھیانہ آنے سے قبل ہی آپ نے اپنے مریدوں سے فرما دیا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب لدھیانہ آنے والے ہیں، ہم بھی اُن کو ملنے کے واسطے اسٹیشن پر جائیں گے۔ میں جن کی طرف اشارہ کروں تم سمجھ لینا کہ وہی مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ آپ کو اپنے مریدین نے کہا کہ جب حضور نے ان کو دیکھا ہی نہیں (یعنی آپ نے دیکھا ہی نہیں) تو آپ پھر کیسے بتلا دیں گے کہ فلاں شخص ہی مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ حدیثوں میں تو پہلے سے ہی حلیہ موجود ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اسٹیشن لدھیانہ پر آ کر اُترے اور بہت مخلوق کے درمیان آپ چلے آ رہے تھے اُس وقت آپ نے اپنے مریدین سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ شخص مرزا غلام احمد صاحب ہیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے قریب آئے تو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو السلام علیکم کہہ کر مصافحہ کیا۔ حضرت منشی احمد جان صاحب کی عقیدت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ میں نے پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر لی۔ پھر حضرت اقدس کی مجلس کا جو رنگ مجھ پر چڑھا، پہلے تو یہ مجلس پسند نہیں آ رہی تھی لیکن اُس کے بعد، بیعت کرنے کے بعد جب رنگ چڑھا تو پھر پہلی مجلسوں کا جو رنگ تھا وہ پھیکا نظر آنے لگا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ جلد 11 صفحہ 355 تا 358 روایت حضرت میاں محمد ظہور الدین صاحبؓ)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں کی طرح ایمان و یقین میں بڑھاتا چلا جائے اور ہم میں سے ہر ایک میں وہ رنگ چڑھ جائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں چڑھانا چاہتے تھے اور جس کے چڑھانے کے لئے آپ تشریف لائے۔ صرف بیعت کافی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ایک تعلق بھی ہم میں سے ہر ایک کا پیدا ہونا چاہئے۔

دوسری بات یہ کہ پاکستان کے لئے مَیں دعا کی تحریک کرتا ہی رہتا ہوں۔ احباب جماعت دعائیں کرتے بھی ہیں۔ تاہم آج پھر اسی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ احمدیوں کے حالات پاکستان میں تنگ سے تنگ تر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور جب اربابِ حکومت سے کہو، رپورٹ کرواؤ، افسران کے پاس جاؤ یا اُن سے پوچھو تو یہ کہتے ہیں کہ ہماری رپورٹوں کے مطابق تو سب کچھ ٹھیک ہے اور کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ اس ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی پر سوائے اِنَّا لِلّٰہ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ہماری توجہ کا مرکز ہے اور ہونا چاہئے۔ ان لوگوں کو خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا اندازہ ہی نہیں ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ دنیاوی طور پر یہ بھی ایک جماعت ہے جو سلوک مرضی ان سے کر لو، کچھ نہیں ہوگا ان کے ساتھ۔ بہر حال ہمارا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں اور یہی ہمارا فرض ہے۔ اس کی طرف ہمیں زیادہ سے زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ اس بارے میں ہماری طرف سے کبھی کسی قسم کی کمی یا کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

گزشتہ دنوں لاہور میں احمدیہ قبرستان میں ماڈل ٹاؤن میں رات کو چودہ پندرہ آدمی زبردستی گھس گئے۔ وہاں جو چوکیدار تھا اُس کو اور اُس کے گھر والوں کو گن پوائنٹ پر رسّیوں سے باندھ دیا اور پھر گھر کے اندر بند کر دیا۔ اور اُس کے بعد 120 قبروں کی بے حرمتی بھی کی، اُن کے کتبے بھی توڑے۔ اب تو ان شیطانوں کے شر سے مردے بھی محفوظ نہیں ہیں۔ احمدی وفات یافتگان بھی محفوظ نہیں ہیں۔ اور اس میں بظاہر شواہد یہی نظر آتے ہیں کہ اس میں پولیس کا بھی ہاتھ ہے۔ پولیس کی پشت پناہی اُنہیں حاصل ہے۔ کیونکہ بڑی مشکلوں سے ایف آئی آر درج کی گئی۔ جب درج کروانے کی کوشش کی تو بڑے انکار کے بعد درج ہوئی۔ اسی طرح شہادتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ آج بھی کوئٹہ میں ایک احمدی نوجوان کو جن کا نام مقصود احمد صاحب تھا، شہید کر دیا گیا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی مجھے اطلاع ملی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بہر حال شہید مرحوم کے جب کوائف آئیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اگلے جمعہ اُن کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ان کے بڑے بھائی کو بھی ایک مہینہ پہلے کوئٹہ میں شہید کر دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جلد تر ان دشمنوں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ہمارا کام دشمنوں کے ہر کریہہ اور ظالمانہ عمل پر پہلے سے زیادہ خدا تعالیٰ کی طرف جھکنا اور اُس کی مدد چاہنا ہے۔ اس کی طرف جماعت کو خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

......☆......

ہجرت

احمد نقاش

مجھے مت روکو! بس جانے دو مجھے قسمت کو آزمانے دو
میرے شہر کی اجڑی بستی میں میرے پیار کے چند کھنڈرات بچے
میرے دیس کی کچی گلیوں میں کسی وحشت کے آثار بچے
میرے پھول چمن سب راکھ ہوئے میرے گھر کے فقط انگار بچے
میری ذات کے بکھرے ذروں کو مجھے اپنے ساتھ لے جانے دو
مجھے مت روکو! بس جانے دو مجھے قسمت کو آزمانے دو
یہ نفس فروشوں کی منڈی یہاں رہتے خوں کے پیاسے لوگ
خنزیر کی خصلت تھامے چند بَن باس کے بندر جیسے لوگ
قابض ہیں اب منبر مسجد پر افسوس ہے کیسے کیسے لوگ
مجھے کیا لینا مجھے کیا دینا جہاں دین کی قیمت آنے دو
مجھے مت روکو! بس جانے دو مجھے قسمت کو آزمانے دو
مرے شہر پہ ہر سو پہرہ ہے کچھ دین کے ٹھیکیداروں کا
کہیں آنکھ اور دل کے اندھوں کا کہیں وطن کے کچھ غداروں کا
ایمان سے جن کے دل خالی اخلاص سے کم گفتاروں کا
پر یاد رکھو ! اے بادہ کشو انجام کے بس دن آنے دو
مجھے مت روکو! بس جانے دو مجھے قسمت کو آزمانے دو
میں پریم نگر کا باسی اور چند خواب تھے میرا سرمایا
کچھ بیج وفا و الفت کے یہاں سب سے چھپا کر تھا لایا
میرے ہاتھ چمکتا موتی اور میرے پاس تھا انمٹ سرمایا
میرے بعد اگر پچھتائے تو کیا میری بات انہیں ٹھکرانے دو

مجھے مت روکو! بس جانے دو مجھے قسمت کو آزمانے دو
اب میری سوچ سے کوسوں دور مجھے پار سمندر جانا ہے
دنیا کے کنارے پر جا کر ایک ایسا شہر بسانا ہے
جہاں لوگ محبت بانٹیں گے جہاں امن کی برکھا برسے گی
ہر شاخ پہ کوئل بولے گی ہر پھول پہ تتلی اترے گی
جہاں خواب حقیقت ہونے کا کچھ ایسا روپ دکھائیں گے
افلاک سے تارے روشنی کی خیرات کو لینے آئیں گے
جہاں کلمہ سے اک مسلم کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے گی
جہاں اپنی جنت کی خاطر معصوم پہ آگ نہ برسے گی
نہ عشقِ محمدؐ کی خاطر مسجد کو جلایا جائے گا
جہاں ربّ کے نام پہ بچوں کو نہ بم سے اڑایا جائے گا
توحید کے چند جان باز یہاں کچھ ایسا سحر دکھائیں گے
تثلیث کے پیروکاروں کو توحید کا راگ سکھائیں گے
دنیا کے کنارے ہم سے ہی آذانِ خدا اب گونجے گی
اب ایک خلیفہ کے تابع مامور منادی گونجے گی
اسلام کے اصلی چہرے کا رنگ دنیا کو دکھلائیں گے
بس پیار محبت عدل وفا انسان سے کرتے جائیں گے
اس انہونی کو ہونی میں تبدیل کرایا جائے گا
معشوق کے قدموں میں تارا سچ توڑ کے لایا جائے گا
''تم دیکھو گے کہ انہیں میں سے قطراتِ محبت ٹپکیں گے''

بس میری سوچ سے کوسوں دور مجھے پار سمندر جانے دو
مجھے مت روکو ! بس جانے دو مجھے قسمت کو آزمانے دو

قسط دوم

قرآن کریم میں مذکور ''اصحاب'' کا مختصر تعارف

لطف الرحمٰن محمود

{نوٹ: مضمون کی پہلی قسط میں ''اصحاب'' کے درج ذیل گیارہ گروہوں کا مختصر تعارف پیش کیا جا چکا ہے: اصحاب الرسولؐ، اصحاب السفینہ، اصحابِ موسیٰؑ، اصحاب الاعراف، اصحاب الصراط السَوِیّ۔ اصحاب الکہف والرقیم، اصحاب المیمنہ، اصحاب الیمین، اصحاب الجنۃ، اصحاب القریہ، اصحاب السبت، باقی گیارہ جماعتوں کا تعارف دوسری قسط میں پیش کیا جا رہا ہے۔}

اصحاب القبور

''اصحاب القبور'' کا لفظی مطلب ہے ''قبروں والے''۔ یعنی مردہ لوگ جو مرنے کے بعد قبروں میں دفن کر دیئے گئے۔ گوشت، پوست، عضلات اور اعصاب وغیرہ تو جلد ہی ختم ہو جاتے ہیں، ہڈیاں بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چُورا چُورا ہو کر خاک ہو جاتی ہیں۔ یہ اصطلاح سورۃ الممتحنہ کی آخری آیات میں وارد ہوئی ہے (سورۃ نمبر 60 آیت 14)۔ اس آیہء کریمہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو نصیحت فرماتا ہے کہ ایسی قوم کے افراد کو اپنا گہرا دوست نہ بناؤ جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنتے جا رہے ہیں۔ اُن کی ایک علامت یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جس طرح کُفّار ''اہلِ قبور'' سے مایوس ہو چکے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کا قیامت اور حیاتِ آخرت پر ایمان نہیں۔ نہ ہی اعمال کے محاسبہ اور اجر و ثواب یا عذاب و عتاب کے قائل ہیں۔ کُفّارِ مکہ بھی یوم قیامت کا کھلم کھلا انکار کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ جب انسان مرنے کے بعد خاک ہو جاتا ہے تو اُسے نئی زندگی کیسے مل سکتی ہے۔ حساب کتاب تو دُور کی بات ہے۔ اس حوالے سے اس اصطلاح کا ایک مفہوم یہ بھی بنتا ہے کہ قبروں میں پڑے ہوئے کافر خود بھی اپنی نجات کے امکان سے مایوس ہیں۔

ضمناً عرض ہے کہ حیات بعد الممات پر ایمان رکھنا، اپنی ذات میں اس بات کی ضمانت نہیں کہ ایسے لوگ محض اس عقیدہ سے وابستگی کی بناء پر نجات اور اس کے انعامات کے حقدار ٹھہرائے جائیں گے۔ یہود و نصاریٰ کے فرقوں سے تعلق رکھنے والے انتہاء پسند دشمنانِ اسلام، جو توہین رسالت و قرآن کے مرتکب ہوئے ہیں یا بدکردار، بدکار جرائم پیشہ نام کے مسلمانوں کو صرف ''حیاتِ آخرت'' پر رسمی سا ایمان رکھنے کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟

عرض ہے کہ مشرکینِ مکّہ کی طرح، یہود کا ایک فرقہ 'صدوقی (Sadducees) بھی حیاتِ آخرت اور قیامت کا منکر تھا۔ بلکہ یہ لوگ فرشتوں کے وجود اور تقدیر کے بھی منکر تھے۔ البتہ یہ افراد یہودیت میں مذہبی پیشوائیت اور سردارِ کاہن (Chief Priest) وغیرہ کے نظام کے پُر جوش داعی تھے۔ یہ لوگ یہود کے ایک دوسرے فرقے فریسی (Pharisees) کے سخت خلاف تھے۔ فریسی حیاتِ اُخروی اور اعمال پر اجر و عتاب کے قائل تھے۔ یہ عجیب بات ہے کہ صدوقی اور فریسی دونوں حضرت عیسیٰؑ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔ اور انہیں صلیب پر لٹکانے پر متفق ہو گئے۔ صدوقی، یہود کی ''قومی اسمبلی'' کے ممبر تھے۔ اس اسمبلی نے حضرت عیسیٰؑ کو سزائے موت دینے کی سازش کی تھی۔ سردارِ کاہن قیافا (Caiphas) صدوقی تھا۔ فریسی شریعت موسوی کے ظاہری احکام پر ریاکارانہ انداز میں عمل کرتے تھے۔ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰؑ فریسیوں کو ریاکاری ترک کرنے کی تلقین فرماتے رہے۔ انجیل کی متعدد آیات میں حضرت عیسیٰؑ نے ''ریاکار فقیہوں اور فریسیوں'' کو ''سانپ'' اور ''افعی کے بچے'' کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے انجیل متی باب 23 آیت 33۔ کتاب مقدس۔ بائبل سوسائٹی لاہور)۔ ضمناً عرض ہے کہ سینٹ پال (St. Paul) جس نے بعد میں نئے عقائد وضع کر کے حضرت عیسیٰؑ کے دین کو یکسر بدل دیا، ایک فریسی تھا۔

قبرستان جا کر زیارت قبور کی افادیت واضح ہے۔ مرحومین کی بلندیٔ درجات کے

لئے دُعا کی توفیق ملتی ہے۔ نیز زیارتِ قبور سے اپنی موت بھی یاد آجاتی ہے بلکہ حضور ﷺ نے قبرستان میں داخل ہوتے وقت کی جو دعا تلقین فرمائی ہے اُس میں مرحومین سے جاملنے کا اعتراف بھی موجود ہے۔ یعنی اپنے مرنے کی حقیقت کا ادراک، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی موقع ملتا، جنۃ البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاکر صحابہ کرام کی بلندیٔ درجات کے لئے دُعا فرماتے۔

اصحاب الایکہ

''ایکہ'' گھنے درختوں کے جھنڈ کو کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ''اصحاب الایکہ'' سے درختوں کے جُھنڈ میں رہنے والے لوگ مراد لئے گئے ہیں۔ بعض مفسرین نے ایکہ سے اصحاب الایکہ کے شہر یا علاقے کا نام مراد لیا ہے۔ سورۃ الحجر کی آیات 79 تا 80 میں اصحاب الایکہ کا ذکر وارد ہوا ہے۔ سورۃ الحجر کی آیات میں ان لوگوں کو ''ظالم'' قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں ایک سے زاید ایسی قدیم قوموں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے اپنے انبیاء کی تکذیب کے علاوہ اور جرائم اور مظالم بھی سرزد ہوئے۔ مثلاً سورۃ الفرقان کی آیت 39 میں عاد، ثمود اور اصحاب الرس کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ ص کی آیت 14 میں ثمود، قوم لوطؑ اور اصحاب الایکہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ ص میں ان قوموں کو اجتماعی طور پر ''احزاب'' قرار دیا گیا ہے (آیت 12)۔ اس سے کسی نوع کے قُرب زمانی، جغرافیائی مناسبت یا عادات، رجحانات اور میلانات کے اشتراک کا پہلو سامنے آتا ہے۔

سورۃ ق کی آیت 15 میں اصحاب الایکہ کا قوم تُبَّع کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ نبیوں کی تکذیب اور عذاب کی وعید کا ذکر یہاں بھی موجود ہے۔ بعض مفسرین نے اصحاب الایکہ سے اصحابِ مدین یعنی حضرت شعیبؑ کی قوم مراد لی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک ہی علاقے میں رہنے والی دو الگ قومیں تھیں مگر دونوں کی ہدایت کے لئے حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے۔

سورۃ الشعراء کی آیات 177 سے 190 میں اصحاب الایکہ کا ذکر ہے۔ اس میں حضرت شعیبؑ کا ذکر موجود ہے۔ ان آیات میں حضرت شعیب کی قوم کی اُن مشہور برائیوں اور خامیوں کا ذکر بھی موجود ہے یعنی ناپ تول میں کمی کرنا اور لین دین میں بددیانتی کرنا۔ سورۃ الاعراف کی آیات 89 تا 94 میں حضرت شعیب کا نام تو موجود ہے اور قوم کے ''رجفہ'' یعنی زلزلہ سے تباہی کا ذکر بھی کیا گیا۔ مگر ان آیات میں نہ اصحاب مدین کا نام لیا گیا ہے اور نہ ہی اصحاب الایکہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ ھُود کی آیات 85 تا 96 میں مدین، حضرت شعیب اور صیحہ سے ان مخاطبین کی تباہی کا ذکر موجود ہے۔

اصحاب الرّس

پانی والے لوگ۔ کم گہرے گڑھے کو ''رس'' کہا جاتا ہے۔ غالباً یہاں ''کنواں'' مراد ہے جس کے اردگرد پانی کی سہولت کی وجہ سے اچھی خاصی آبادی ہوگئی تھی۔ ان لوگوں کو ''اصحاب الرس'' کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی درج ذیل دو آیات میں اصحاب الرس کا ذکر آیا ہے

سورۃ الفرقان آیت 39۔ اس آیت میں عاد، ثمود اور اصحاب الرس کا ذکر کیا گیا ہے۔

سورۃ ق کی آیت 13۔ اس آیت میں قومِ نوح۔ اصحاب الرس، اور ثمود کا ذکر یکجا کیا گیا ہے۔

ان تینوں قوموں نے اپنے نبیوں کی تکذیب کی اور عذابِ الٰہی نے اُنہیں نیست و نابود کر دیا۔

بعض مفسرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ کنواں، ثمود کی ملکیت تھا اور ان ظالموں نے اپنے نبیِ معصوم کو اُٹھا کر کنویں میں پھینک دیا تھا۔ پیر کرم شاہ الازہری بھی انہی مفسروں کے ہم خیال ہیں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ثمود اور اصحاب الرس ایک ہی قوم ہیں۔ لیکن اس نظریئے کو تسلیم کرنا ذرا مشکل ہی ہے۔ سورۃ الفرقان میں عاد، ثمود اور اصحاب الرس کا ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ ق میں قوم نوح، اصحاب الرس اور ثمود تینوں قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر ثمود اور اصحاب الرس ایک ہی قوم ہوتے تو پھر اسی طرح دو اقوام کے نام الگ الگ پکارنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بعض مفسرین نے عاد کی دو نسلوں کا ذکر کیا ہے ''پہلے عاد'' اور ''بعد میں آنے والے عاد''۔ ان مفسرین کے بقول پہلے عاد یمن میں آباد تھے، قحطان وغیرہ۔ عاد کی اس شاخ یا نسل کی تباہی کے بعد، اُن کے نبی حضرت ھُودؑ حضرِ موت تشریف لے گئے جہاں بعد میں ان کا انتقال ہوا۔ ثمود کو عاد کی دوسری نسل قرار دیا گیا ہے۔ شعیبؑ کو ان کا نبی مانا جاتا ہے۔

مشہور مصنّف محمد اسد کو یوروپین یہودیوں میں سے عہدِ حاضر میں، قبولِ اسلام کی

توفیق ملی۔تاریخ اسلام کی روایات اور قرآن کریم کے محاورات کو سمجھنے کے لئے ، اُنھوں نے عرب کے بدّوؤں میں رہ کر عربی زبان پر عبور حاصل کیا اور پھر انگریزی میں قرآن کریم کی تفسیر بھی لکھی۔محمد اسد وسطی عرب کے علاقہ نجد کے صوبہ القاسم میں ''الرس'' نام کے ایک شہر کی نشان دہی کرتے ہیں۔(محمد اسد کا ترجمہء قرآن و تفسیر۔ زیر سورۃ الفرقان آیت39صفحہ619)

ایک خیال یہ بھی ہے کہ اصحاب الرس کا علاقہ یمامہ تھا۔یہ عرب کا وہ خطہءزمین ہے جہاں حضرت نبی کریم ﷺ کے آخری عہد میں مسیلمہ کذّاب نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔اور ناکام ومراد ہلاک ہوا۔اصحاب الرس کے بارے میں جماعت احمدیہ کے خلفائے عظام کی تحقیق پیشِ خدمت ہے۔

ایک ایسی قوم جسے گزرے ہوئے ہزاروں سال بیت گئے ہوں اور ان کے متعلق تحقیقی مواد بھی بہت کم مُیسّر ہو،ان کے حوالے سے خلفائے احمدیت کی تحقیق ہی اطمینان بخش ہوسکتی ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے تفسیر صغیر میں ''اصحاب الرس'' کا ترجمہ ''کنویں والا'' کیا ہے۔مگر درج ذیل تفسیری نوٹ تحریر فرمایا ہے:

''اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود کے بعد گزری ہے اور بحرِ محیط نے بھی اس کی تائید کی ہے کیونکہ اس میں حضرت ابنِ عباسؓ کا قول لکھا ہے کہ قوم ثمود کا حصہ تھی۔چونکہ ثمود عاد کا آخری حصہ تھے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ نسلِ اسماعیل کے عرب میں پھیلنے سے پہلے یہ لوگ گزرے ہیں''

(تفسیر صغیر صفحہ461ایڈیشن1990)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی یہ رائے ملاحظہ فرمایئے۔حضرت حکیم الامتؓ نے اصحاب الرس کے متعلق ایک لطیف اور نادر نکتہ اخذ فرمایا ہے:

''میں نے اس کے متعلق بہت تحقیق کی ہے۔کوئی کتاب ان کے حالات کی نہیں ملی۔ہاں قرآن مجید میں تدبر کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ اس سے مراد یوسفؑ کو کنویں میں ڈالنے والے ہیں۔''

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 286)

اصحاب الأُخدود

سورۃ البروج کی پانچویں آیت قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ (خندقوں والے ہلاک ہوگئے) میں ان لوگوں کا ذکر ہے۔آیت نمبر6 میں خندقوں کے حوالے سے اُن کے اس جوش وخروش کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔النَّارِ ذاتِ الوقود یعنی ان خندقوں میں آگ بھڑکانے والے ان میں بڑی کثرت سے ایندھن جھونکا کرتے تھے۔

یمن کا آخری حمیری بادشاہ ذونواس یہودی النسل نہیں تھا یعنی پیدائشی یہودی نہیں تھا۔اس نے یہودیت قبول کرلی تھی اور اس مذہب کا پرجوش پیرو بن گیا۔بادشاہ یا مملکت کے سربراہ کا مقام رعایا کے ماں باپ کا ہوتا ہے۔مذہبی عقاید ونظریات کی بنیاد پر نہ تو اُسے کسی گروہ یا جماعت پر ظلم کرنا چاہیئے نہ ان کی رورعایت۔مگر ذُونواس نے نجران(جنوبی عرب) کے عیسائیوں پر ظلم وتشدد کا بازار گرم رکھا۔اُس کے فوجی،خندقوں میں آگ بھڑکاتے اور عیسائیوں کو اپنے مذہب یا موت میں ایک چیز کا انتخاب کرنے پر مجبور کرتے۔عیسائیت ترک نہ کرنے کی صورت میں انہیں خندقوں میں گرا کر نذرِ آتش کردیا جاتا۔مورخین نے ذونواس کا سالِ وفات 524ء لکھا ہے۔کہا جاتا ہے کہ 523ء تک اس نے نجران کے اکثر عیسائیوں کو جلا کر راکھ کردیا تھا۔حضرت نبی کریم ﷺ کی ولادت سے تقریباً نصف صدی قبل کا زمانہ بنتا ہے۔

ضمناً عرض ہے کہ یہود میں کئی بادشاہ اور شاہی خاندان گزرے ہیں۔حضرت داؤد اور ان کے بعد ان کے فرزند حضرت سلیمانؑ،دونوں باپ بیٹے نے چالیس چالیس سال حکومت بھی کی۔ملکہ بلقیس(عربی نام سبا) نے حضرت سلیمانؑ کا دین قبول کرلیا۔حضرت سلیمان کا،ملکہ بلقیس کے بطن سے ایک لڑکا تھا جس کا نام Menyelek تھا۔یہ حبشہ کے شاہی خاندان کا بانی بنا۔اس خاندان کا آخری بادشاہ ہیل سلاسی 1977ء میں فوت ہوا۔اس کا ایک سرکاری خطاب ''Lion of Juda'' تھا یعنی سلطنتِ سلیمان کا شیر ببر!ان تمام بادشاہوں کی تاریخ بڑی حد تک محفوظ ہے۔ذُونواس کی سی قتل و غارت اور نسل کُشی کسی اور ''یہودی بادشاہ'' سے سرزد نہیں ہوئی!

اصحاب الحجر

قرآن مجید کی پندرھویں سورت کا نام الحجر ہے۔اس کی آیات 81 تا85 میں اصحاب الحجر کا ذکر موجود ہے۔ان آیات میں درج ذیل معلومات ملتی ہیں۔
اصحاب الحجر نے رسولوں کی تکذیب کی۔اتمامِ حُجت کے لئے،انہیں نشانات و معجزات دکھائے گئے مگر ان بدقسمت لوگوں نے تکبر اور انکار کی روش جاری

رکھی۔ یہ لوگ پہاڑوں کو کھود کر ان میں مکانات بناتے تھے۔آخری دو آیات (85, 84) میں ذکر ہے کہ کس طرح صبح ہوتے ہی انہیں عذاب نے آن گھیرا اور ان کے اموال و اسباب اُن کے کسی کام نہ آئے۔ سورۃ اللّھب کے مخاطبین کی طرح، اصحاب الحجر پر بھی ''سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارا'' والی کیفیت چسپاں ہوتی نظر آتی ہے!!

مدینہ منورہ سے 150 میل کے فاصلے پر جبل الحجر نامی ایک پہاڑ موجود ہے۔ یہاں کسی زمانے میں قوم ثمود آباد تھی۔ یہ مقام شام کے تجارتی راستے پر واقع ہے۔ بعض مکانات اب بھی محفوظ ہیں۔ یونانی زبان میں چٹانوں کو Petra کہتے ہیں۔عربوں میں اس کی معرّب شکل ''بطرا'' آج بھی مستعمل ہے۔ یہ مکانات و مقامات سیّاحوں کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔ مگر رُوحانی اور دینی لحاظ سے ان میں جو سامانِ عبرت موجود ہے اس سے استفادہ کرنے والے بہت کم ہیں۔ ثمود کی اصلاح و تربیت کے لئے حضرت صالحؑ کو مبعوث کیا گیا۔ وہ اونٹنی پر بیٹھ کر تبلیغ کیا کرتے تھے ظالموں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔ اس ظلم کے بعد وہ قوم رجفہ (زلزلہ) سے تباہ کردی گئی۔ اور ''مدائنِ صالحؑ'' عبرت کے نشان کے طور پر باقی رہ گئے!

9 ھجری میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رومی افواج کے خطرات کو دُور کرنے کے لئے غزوۂ تبوک پر تشریف لے گئے۔ تیس ہزار صحابہ کرام حضورؐ کے ساتھ تھے۔ یہ شدید گرمی اور مالی تنگی کا دَور تھا۔ انہی مشکلات کی وجہ سے غزوہ تبوک کو ''غزوۂ عُسرہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس مُہم کے دوران حضور ﷺ اور صحابہ کرام کا اصحاب الحجر (مدائن صالحؑ) کے علاقہ سے گزر ہوا تو حضرت رسول کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ''کوئی شخص یہاں قیام نہ کرے۔ نہ پانی پیئے۔ نہ کسی کام میں لائے۔''

(سیرت النبی ﷺ جلد اوّل صفحہ 336، مصنفہ علامہ شبلی، سید سلیمان ندوی)

اللہ تعالیٰ نے رومیوں کے دل میں مسلمانوں کی ہیبت ڈال دی اور وہ لڑے بغیر واپس چلے گئے۔

اصحاب الشمال

سورۃ الواقعہ میں اصطلاحات کے حوالے سے سات گروپوں یا گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک تقسیم بارگاہِ الٰہی میں قُرب یا دُوری کے حوالے سے ہے۔ اس تقسیم میں تین گروہوں کا ذکر ہے:

1۔ مقربین بارگاہِ الٰہی (سابقون الاولون) 2۔ عامۃ المسلمین 3۔ مکذبین و منکرین کا گروہ جو ربّ ذوالجلال کی بارگاہ سے مردُود ہونے کی وجہ سے دُور ہے۔

اس سورۃ میں ایک تقسیم برکت اور نحوست کے حوالے سے ہے۔ برکت کے حامل مبارک وجودوں کو ''اصحاب المیمنہ'' کہا گیا ہے۔ اسی گروہ کو ''اصحاب الیمین'' کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے انہیں ''دائیں طرف والے'' کہہ کر پُکارا گیا ہے۔ یعنی یہ وہ مبارک لوگ ہیں جنہیں، بروزِ حشر، اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ اصحاب المیمنہ اور اصحاب الیمین کا ذکر اس مضمون کی قسط اوّل میں گزر چکا ہے۔ یہاں اس موقع پر ''اصحاب الشمال'' کا مختصر ذکر پیش کیا جائے گا۔ اسی قسط میں اصحاب المشئمہ کا تعارف بھی پیش کیا جائے گا جو اصحاب الشمال کی طرح ''بائیں ہاتھ والے'' یعنی نحوست کی علامت ہیں!

سورۃ الواقعہ کی آیات 43 تا 57 میں اصحاب الشمال کی جو تفصیل دی گئی ہے، وہ لرزہ براندام کرنے کے لئے کافی ہے۔ عقوبت اور عذاب کے طور پر اصحاب الشمال کا درج ذیل اذیت ناک چیزوں سے واسطہ پڑے گا:

جھلسانے والی گرم ہوا جو جلد کو جھلسا دے گی کھولتا ہوا پانی، (جو خوراک کی نالی، معدہ، نظام انہضام کو تباہ و برباد کردے گا) سایہ (ظِلّ) تو ہوگا مگر رحمت کی بجائے زحمت اور اذیت کا باعث ہوگا۔ یہ سایہ ابرِ کرم کی بجائے سیاہ دھوئیں کی شکل میں ہوگا۔ اچھے سایے سے ٹھنڈک اور سکینت میں اضافہ ہوتا ہے مگر اس منحوس سایے میں حِدّت میں شدّت آئے گی اور بیزاری جسے پنجابی میں ''آوازاری'' کہتے ہیں، ماحول پر مسلّط ہوگی۔ چونکہ یہ دکھ اور تکالیف دنیا کے افعال و اقوال، اعمال کا عکس اور نتیجہ ہیں، اس مفہوم کو تقویت دینے کی اس سورت کی اگلی چند آیات میں، قاری کو دُنیاوی زندگی کی جھلک دکھائی گئی ہے۔ یہاں دُنیاوی آسودہ زندگی کے نتیجے میں قیامت کے انکار کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد دوزخ میں، اصحاب الشمال، کی خاص غذا زقوم (تھوہر) کا ذکر کیا گیا ہے۔ زقوم ایک جنگلی پودا ہوتا ہے۔ اس کے پتے بدشکل ہوتے ہیں۔ اس کے تنے میں مکروہ گانٹھیں پائی جاتی ہیں۔ قرآن کریم نے زقوم کے شگوفوں کو ''سانپ کے پھن'' سے تشبیہ دی ہے۔ سورۃ الصّٰفّٰت میں اسے جہنم کی گہرائیوں میں اگنے والا پودا کہا گیا ہے

آیت65)۔

اس میں جہنمیوں کی کج فطرت کی زقوم سے فطری نسبت کا اشارہ ہے۔سورۃ ابراہیم میں اسے ''شجرۃٍ خبیثۃ'' کہا گیا ہے(آیت 27) اور غالباً سورۃ بنی اسرائیل میں زقوم ہی''شجرۃ ملعونۃ'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے(آیت 61).
زقوم کو اصحاب الشمال کے گلے سے نیچے اتارنے کے لئے پانی کی ضرورت پڑے گی۔پانی تو ہوگا مگر کھولتا ہوا۔کھولتا ہوا پانی کون پی سکتا ہے۔مگر مجبوری ہے۔ اس پانی کو بھی بےصبری سے پینے کی منظرکشی کی گئی ہے یعنی وہ لوگ پیاسے اونٹوں کی طرح یہ پانی پئیں گے۔صحرائے عرب کے بدوؤں سے پوچھیئے کہ پیاسا اونٹ کس طرح پانی پیتا ہے؟ طنزاً اِسے قرآن مجید نے''روز جزا سزا کی مہمانی'' قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ اس بدانجام سے محفوظ رکھے(آمین)۔

اصحاب المشئمہ

''اصحاب الشمال'' کی طرح''اصحاب المشئمہ''بھی''بائیں ہاتھ والے'' ہیں یعنی انہیں بھی بروزحشر،نامہءاعمال بائیں ہاتھ میں تھما دیا جائے گا جو ان کے مستوجب عذاب ہونے کی علامت ہوگا۔

اصحاب المشئمہ کی اصطلاح سورۃ الواقعہ کی آیت 10 میں استعمال کی گئی ہے۔ سورۃ البلد کی آیت 19 میں بھی اصحاب المشئمہ کا ذکر موجود ہے۔اس مقام پر ان کا جُرم بھی بیان کیا گیا ہے یعنی یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نشانات اور معجزات سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا اور حق قبول کرنے سے محروم رہے۔ایسے بدقسمت لوگ، ہر نبی، رسول اور مامور من اللہ کے وقت میں موجود ہوتے ہیں۔ اور اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں۔بھیرہ میں ہماری گلی میں ایک شخص رہتا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ اگر خدا آسمان سے کھڑکی کھول کر کہے کہ مرزا سچا ہے میں تب بھی نہیں مانوں گا۔اس سے بڑھ کر اور دہریت کیا ہوسکتی ہے!! سورۃ البلد کی اگلی آیت (نمبر20) میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے بدانجام کی تصویرکشی کی ہے۔ایک بند آگ ان پر لپکنے کے لئے تیار کھڑی ہے!! بند دلوں کے قفل اسی آگ سے پگھلیں گے!!

سورۃ الواقعہ میں دراصل چار گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں دو''ناجی'' یعنی جنت میں جانے والے ہیں، اصحاب المیمنہ اور اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ والے)۔ باقی دو''ناری'' یعنی جن کا دوزخ میں جانا مقدر ہے۔ یہ اصحاب الشمال اور اصحاب المشئمہ ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے ان کا لفظی مطلب''بائیں ہاتھ والے'' ہے۔دو اچھی منزل کے مسافر ہیں اور باقی دو جہنمی ہیں۔جنتیوں اور دوزخیوں کی دو دو قسموں کا ذکر کرنے کی حکمت بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ نیک اعمال بجالانے والوں کے درجات میں بھی علیٰ قدر مراتب فرق ہوگا۔یہی کیفیت بائیں بازو والے دونوں گروہوں کی ہوگی۔ان کے بدترین افعال کے پیشِ نظر سزا میں شدّت کی درجہ بندی کا امکان سمجھ میں آتا ہے۔بعض احادیث میں منافقین کے''درک الاسفل'' کے حصے میں منتقل کئے جانے کا اشارہ موجود ہے۔

جیل کے بارے میں ہماری معلومات سطحی قسم کی ہیں۔مگر قید خانوں میں A' Bاور C کلاس کی درجہ بندی کا ذکر دوستوں سے سنا ہوا ہے۔سزائے موت کے قیدی بھی جیل میں ہی رکھے جاتے ہیں۔مگر ان کی''کال کوٹھڑی'' یعنی پھانسی گھاٹ کی نگرانی جیل کے عام کمروں کی نسبت زیادہ سختی سے کی جاتی ہے۔دنیاوی جیلوں سے بعض اوقات قیدی بھاگ بھی جاتے ہیں مگر دوزخ کے قیدخانے سے کون بھاگ سکتا ہے۔ہاں جسے رحمت الٰہی، اصلاحی مراحل سے گزارنے کے بعد خود ہی از راہِ ترحُّم نجات عطا کردے!!

اصحابِ الفیل

قرآن مجید کی سورۃ الفیل میں''اصحاب الفیل''، ''ہاتھی والوں کا'' کا ذکر کیا گیا ہے۔یمن میں شاہِ حبشہ کے وائسرائے ابرہہ نے صنعا میں ایک بہت بڑا چرچ تعمیر کروایا۔اس کی خواہش تھی کہ عرب کے لوگ زیارت اور عبادت کے لئے مکہ جانے کی بجائے صنعا آیا کریں۔معاشی فوائد کے علاوہ وہ آہستہ آہستہ عربوں کو عیسائی بھی بنانا چاہتا تھا۔مگر اُسے ان حیلوں میں کامیابی نہ ہوئی۔ناراض ہوکر اس نے خانہ کعبہ کو مُنہدم کرنے کی نیّت سے فوج کشی کی۔اس میں کئی ہاتھی بھی موجود تھے۔ہاتھی عرب کا جانور نہیں۔افریقہ میں پایا جاتا ہے یا ہندوستان اور اُس کے اردگرد کے ممالک میں پایا جاتا ہے۔عربوں نے اس وجہ سے ابرہہ کی فوج کو ''اصحاب الفیل'' کہا۔

اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے۔فوج پر پرندوں کے غول کے غول آئے جنہوں نے فوج پر کنکر برسائے اس سے فوج میں انفیکشن پھیل گئی۔ جس سے ابرہہ کی فوج تباہ ہوگئی۔اور لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔گِدھوں اور

چیلوں نے ان کا گوشت پوست نوچ نوچ کر کھایا حتٰی کہ ہڈیوں کے ڈھانچے باقی رہ گئے جو بُھس کا منظر پیش کرنے لگے۔ اس کے بعد موسلا دھار بارش ہوئی اور تند و تیز سیلاب کا پانی ان ہڈیوں کو بہا کر لے گیا۔ خس کم جہاں پاک! احادیث میں بھی ابرہہ کے لشکر کی تباہی کی وجہ بیان نہیں کی گئی۔ اکثر ماہرین و مورخین نے اسے چیچک کا عارضہ قرار دیا ہے۔ ولیم میور نے بھی اسی خیال کی تائید کی ہے۔

ابرہہ کے لشکر کی تباہی عربوں کے لئے ایک یادگار واقعہ تھا ان کی کوئی تقویم بھی نہیں تھی۔ اس تاریخی واقعے کے حوالے سے انہوں نے اس سال کو ''عام الفیل'' کا نام دیا۔ ابرہہ کے لشکر نے اسی عام الفیل میں محرّم کے مہینے میں مکہ پر چڑھائی کی تھی۔ اُسی سال ربیع الاول میں حضرت نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت سے انسانیت کا مقدر اور مستقبل بدل گیا!

ابرہہ کا لشکر تو مکہ کے اردگرد وادیوں میں تباہ ہو گیا۔ مگر ابرہہ بیماری کی حالت میں، ناکام و نامراد یمن پہنچا اور وہاں نشانِ عبرت بن کر موت کے گھاٹ اُتر گیا۔ بڑے دعووں اور جاہ و جلال کے ساتھ بیت اللہ منہدم کرنے نکلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی مقام صنعا پر واپس لا کر اس فرعونِ بے سروسامان کو ہلاک کیا!

سُورۃ الفیل میں کُفارِ مکّہ اور دیگر دشمنانِ رسولؐ کے لئے ایک پیغام موجود تھا۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اپنے گھر کی حفاظت فرمائے گا جیسا کہ اس نے ابرہہ کی ناپاک کوشش کو ناکام بنا دیا۔ لیکن رسول کریم ﷺ کا مقام ایک مقدس عمارت سے بڑھ کر ہے۔ ربِّ قدیر رسول کریم ﷺ کی حفاظت مسجد حرام کی حفاظت سے بڑھ کر کرے گا۔ واللہ یعصمک من الناس کی گواہی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دارلندوہ کی سازش کو نامرادی کا طوق پہنا دیا۔ جنگ اُحد میں حضور ﷺ پر خطرناک حملے اپنا ہدف حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ غارِ ثور میں بھی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ طائف کے سفر اور قیام کے دس دنوں میں معجزانہ حفاظت شامل حال رہی!

اصحاب الفیل کے واقعہ میں پرندوں کے غول اور ان کی کنکریوں کا ذکر لازم و ملزوم ہے۔ مگر پاکستان خیر سے ''ایٹمی کلب'' کا ممبر ہے۔ اس وجہ سے پاکستان میں ہر شخص کے اعصاب پر ایٹم بم سوار ہے۔ حتٰی کہ مفسرین قرآن بھی کندھوں پر ایٹم بم اٹھائے پھرتے ہیں۔ جسٹس پیر کرم شاہ الازہری نے ابرہہ کے لشکر پر گرائے جانے والے کنکروں کی جس تباہ کُن انرجی کا ذکر فرمایا ہے اُس کی جھلک قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیش خدمت ہے:

''وہ سنگریزے ایسے تھے جنہیں آتشِ جہنم میں پکایا گیا تھا۔ ایٹمی بھٹیوں میں جو چیز پک کر آتی ہے اس کی تباہ کاری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جو بم ان پرندوں نے اُٹھائے ہوئے تھے وہ تو جہنم کی بھٹی میں تیار ہوئے تھے۔ ان کا حجم چنے یا مسور کے دانے کے برابر تھا لیکن ان کی قوت کا اندازہ فقط اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر پرندے کو تین تین بم برسانے کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک بم انہوں نے اپنی اپنی چونچ میں اور دو بم اپنے پنجوں میں پکڑے ہوئے تھے۔ وہ اُڑتے ہوئے آئے۔ آنِ واحد میں لشکر پر چھا گئے اور حسبِ حکم ایک ایک سنگریزہ ایک ایک سوار پر پھینکا۔۔۔۔''

(تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 667)

اصحاب النّار، اصحاب الجحیم، اصحاب السّعیر

مضمون کے آخر یعنی مقطع میں ایک ایسی سخن گسترانہ بات آ پڑی ہے جس سے ہوش اُڑ جاتے ہیں یعنی یہ دوزخ کی آگ میں جھونکے جانے والوں کا ذکر کرنے کا مرحلہ ہے۔ آگ میں جانے والوں (اصحاب النار) کے دو اور نام بھی ہیں۔ اصحاب الجحیم اور اصحاب السعیر۔ جحیم اور سعیر کا کچھ نہ کچھ ذکر تو کرنا پڑے گا۔ قرآن کریم میں ہدایت کے ساتھ ساتھ حکمت کے جواہر بھی موجود ہیں۔ اصحاب النار، اصحاب الجحیم اور اصحاب السعیر کی ذکر والی آیات میں ایسے لوگوں کی خرابیوں اور شرارتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔

''اصحاب النار'' کے حوالے سے سورۃ البقرۃ کی آیت 40 اور سورت یونس کی آیت 28 پر غور فرمایئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور ربّ کریم کے نشانات کو جھٹلایا۔ سورۃ یونس کی اٹھائیسویں آیت کے مطابق یہ لوگ بدیاں کماتے رہے ہیں اور ان بدیوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر تاریکی اور ذلّت چھا جائے گی اور انجام کار ان کا دوزخ ہو گا۔

''اصحاب الجحیم'' کے لئے سورۃ البقرۃ آیت 120 اور سورۃ الحدید آیت 20 میں درج ذیل معلومات ملتی ہیں۔ سورۃ البقرۃ کی محولہ بالا آیت میں حضرت نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے کہ حضورؐ کو بشیر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا گیا ہے اور حضورؐ سے اصحاب الجحیم کے بارے میں باز پُرس نہیں کی جائے گی یعنی جہنّمی اپنے

اعمال اوران کے انجام کے خود ذمہ دار ہیں۔ان کے بارے میں حضورؐ سے کچھ نہیں پوچھا جائے گا۔

سورۃ الحدید آیت 20 میں ناجی اور ناری دونوں گروہوں کا پہلو بہ پہلو ذکر ہے جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسولوں کو مانا وہ اللہ کی نگاہ میں صدیق اور شہید کے مقام پر فائز ہیں۔اور ربّانی اجر اور آسمانی نُور ان کے ساتھ ہے۔لیکن جن لوگوں نے کُفر اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا وہ اصحاب الجحیم ہیں۔

اصحاب السعیر کا ذکر سورۃ فاطر کی آیت 5 اور سورۃ الملک کی آیت 12 میں ملتا ہے۔سورۃ فاطر کی آیت 5 میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو متنبہ کرتا ہے کہ شیطان تمہارا ازلی اور ابدی دشمن ہے۔اُسے دشمن ہی سمجھو۔اُس کی شاطرانہ چالوں میں نہ آجانا کیونکہ اپنے ''حزب'' گروہ کو سعیر میں جھونکنا یعنی جہنمی بنانا ہی اس کا مقصد و مدعا ہے۔

سورۃ الملک کی آیات 11,10 اور 12 پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے اصحاب السعیر اللہ تعالیٰ کے مرسل اور مامور کو جھٹلاتے ہیں اور اس پر نازل ہونے والی وحی کا انکار کرتے ہیں۔لیکن سعیر یعنی دوزخ میں جا کر انہیں احساس ہوتا ہے کہ اگر ہم ان کی نصائح کو سنتے اور غور وفکر کرتے تو آج ہم اس بھیانک انجام سے دوچار نہ ہوتے۔اصحاب السعیر اپنے جرائم اور گناہوں کا اعتراف کریں گے۔بالفاظ دیگر عملاً وہ یہ تسلیم کرلیں گے کہ ان کا سعیر میں ڈالا جانا،ان پر زیادتی نہیں۔اپنے بداعمال کے نتیجے میں وہ اس سزا کے مستحق اور مستوجب تھے!

ایک حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ نے اُمتِ مسلمہ کے 73 فرقوں میں بٹ جانے کی خبر دی ہے۔مزید فرمایا ہے کہ ان میں سے 72 ''ناری'' یعنی دوزخی ہوں گے اور صرف ایک فرقہ ''ناجی'' یعنی جنّتی ہوگا۔صاف ظاہر ہے کہ ان الفاظ سے ایک پریشان کُن صورت حال کی عکاسی ہوتی ہے۔صحابہ کرام نے بجا طور پر پوچھا کہ ناجی فرقے کی پہچان کیا ہوگی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ اس فرقے کے لوگ حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہوں گے۔اس میں اُمت کے لئے پیغام تھا کہ وہ حضرت رسالت مآب ﷺ اور حضورؐ کے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے کے لئے مخلصانہ جدّ وجہد کرتے رہیں گے۔مگر اب صورت حال ذرا مختلف نظر آتی ہے۔ہر فرقہ خود کو ناجی اور دوسرے فرقوں کو ناری قرار دیتا ہے بلکہ اس کو یقینی بنانے کے لئے دوسروں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتا ہے۔اگر اس فرقہ کے علماء کرام کی طبیعت میں جہادی مزاج کا غلبہ ہو تو وہ دوسرے فرقوں کے افراد کو کافر واکفر کے ساتھ ساتھ ''واجب القتل'' ہونے کی نوید بھی دیتا ہے۔اگر اُمت کے ان فرقوں کے تمام فتاویٰ کو ایک ہی کتاب میں مدوّن کرکے اسے اُمّتِ محمدیہ کا آئین ودستور قرار دے دیا جائے تو پھر دائرۂ اسلام میں کوئی شخص باقی نہیں رہتا۔سب کافر قرار پاکر اُس سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں!اس وقت کُرۂ ارض کی آبادی سات بلین کے قریب ہے۔ان میں سے 1.6 بلین مسلمان ہیں۔مگر دائرۂ اسلام سے باہر ہیں۔اور ہر فرقہ دوسرے فرقوں کے افراد کو ''اصحاب النار''،''اصحاب الجحیم'' اور ''اصحاب السعیر'' سمجھتا ہے

اے خاصہء خاصانِ رُسُل وقتِ دعا ہے اُمّت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

☆......☆......☆

کوئٹہ پاکستان میں دو بھائیوں کی شہادت

منیر احمد کاہلوں

جذبہء جنوں سے دہر میں اُجالا کریں گے ہم
سوزِ دروں کو درد میں ڈھالا کریں گے ہم
کتنی ہنگامہ خیز ہے دلِ مضطرب کی چال
خُونِ جگر سے کرب کو پالا کریں گے ہم
اُڑاؤ نہ کسی غریب کے صبر کا مذاق
ہر زخم نئی دعا سے اچھا لا کریں گے ہم
طاقتِ جبر ہے تمہیں تو ہمیں بھی ناز ہے
چشمِ تر سے ہر غرور تہ و بالا کریں گے ہم
بے چارگی ضرور ہے درماندگی نہیں
ہر امتحاں ہر رنگ میں سنبھالا کریں گے ہم
تم ہو اگر آمادہ 'خونِ ناحق بہانے پر
ہر مقتل میں رسمِ عاشقی دو بالا کریں گے ہم
کرے جب حشر بپا کوئی دلخراش چیخ
عرش ہلا ہلا کر سادگی سے ازالہ کریں گے ہم

دُعائے فقیر

لطف الرحمٰن محمود

تمہارے حق میں اُٹھی ہے دعا فقیر کے دل سے
مرے وطن کے اک شہرِ مرگ میں تم نے
مرے پیاروں کی قبروں کو جا کے توڑا ہے
وہ خاک نشیں جن کا ناتا فقط ربّ سے باقی تھا
تم نے اُن کو بھی نہ بخشا، الوَاح پر تبَر مارے
تمہاری فطرتِ ناپاک پر اب کسے شک ہے؟
دعا ہے لب پہ کہ اے دشمنانِ حُرمتِ انساں!
تمام عمر رہو ہر ایک خیر سے محروم!
تمہاری رُوح کو جھلسائے تا ابد بادِ سموم
سَعیر کی آتش فشاں تہوں سے اُٹھ اُٹھ کر
اگر کبھی تم کو مل بھی جائے صلوٰۃ و ذِکر کا موقع
خدا کرے کہ وہ بھی ہو نذرِ حلقہء سَاھُوْنْ
تمہارے مُنہ پر مارے خُدا اعبادتوں کے خول
تمہارے کذب و مکر پر شیطاں پڑھے لاحَول
لَعیں یزید پہ ثابت ہے جُرم قتلِ اِمامؑ
مگر اُس نے بھی توہینِ قبر و لحد نہیں کی تھی
ہاں عبّاسیوں سے ہوا تھا سرزَد
یہ جرم شہرِ دمشق کے اندر
جلائیں ہڈیاں، قبریں اُدھیڑ کر رکھ دیں
بعض نعشیں صلیب پر کھینچیں
ہوا کچھ اس طرح سے آغازِ خلافتِ بنو عباس
مگر وہ رُودادِ ظُلم سامنے آئی

وہ وقت بھی آیا کہ چنگیزیوں کے گھوڑوں نے
کیا پامال عبّاسیوں کی لاشوں کو
مزار تک بھی میسر نہ آیا شاہِ دوراں کو
فسانہء بربادیٔ بغداد یاد ہے سب کو
سُنو کہ آسمان سے عبرت اُترتی ہے!
ڈرو کہ آسمان سے لعنت برستی ہے!

اگر نہ تم کو ملی توبہء نصوح کی توفیق
سُنا ہے ہاتفِ غیبی سے آج میں نے یہ
کہ تم پہ بارشِ آتش و آہن ہو گی
مثال اس کی ملے گی نہ شش جہات کے اندر
تمہاری پیٹھ پہ برسے گا عذاب کا کوڑا
بنایا جائے گا تم کو مثالِ عبرتِ اقوام
تمہارے بعد نہ شاید ہو گردشِ ایّام!
بناؤ شہر نئے، بلند عمارات کی صورت
یہ دنیا دیکھے گی اُنہیں کھنڈرات کی صورت
مکین ہوں گے دفن، اُن میں مزارات کی صورت
ملائکہ نے پکارا ہے اُن کو۔۔۔ روما و یونان!

تمہارے جرم پر فقیر کا جگر شق ہے
ہیں ہاتھ اب بھی بلند بحضورِ حضرتِ باری
ہوا ہے جس سے بھی سرزَد یہ جُرم توہینِ قبور

اُسے کبھی بھی میسّر نہ آئے خاکِ پاکِ وطن
برائے دفن ونشانِ قبر بررُوئے زمین
کبھی کھڑا نہ ہو کوئی دعا کے لئے سرِ بالیں
مگر ہو جب بھی ملاقاتِ ملائکہءِغلاظ
شکستہ ہوں ان کے گُرزوں سے کاسہ ہائے اشرار

اگر نہ کی توبہ، تو بس یہی مقدر ہے
تمہارے شہر جلیں گے سدُوم کی مانند
جنابِ نوحؑ کے طوفان کی بلاخیزی
تمہارے کبر کا ہر اک نشاں مٹائے گی
مدائنِ صالحؑ کے زلزلوں کی دھمک
شکستہ قبروں کی یہ داستاں سُنائے گی
تمہارے حق میں اُٹھی ہے دعا فقیر کے دل سے
تمام عمر رہو ہر ایک خیر سے محروم!
شکستہ قبریں تو کچھ بھی نہیں، تُم ''لعنتِ مُجسّم ہو
تمہارے نام سے اکناف میں کوہ ودَمَن روشن!
یہ وادیاں، یہ گلستاں، چمن چمن روشن!!
جہاں بھی قبریں ہیں، تمہاری کہانیاں روشن!
سندھ کی دھرتی تو اب بھی زار زار روتی ہے
جہاں پہ عورتوں کو نکالا تھا تم نے قبروں سے
ہوس کا نشانہ بنی تھیں بناتِ حضرتِ حوّا
تمہی نے بچوں کی قبریں بھی کھود ڈالی تھیں
اور جلا کے ہڈیاں بنائے تھے تعویذ
تا ملک میں دولت کا فیض عام ہو جائے!
تمہیں تو قبروں سے ایک وحشیانہ نسبت ہے
تمہارے حق میں اُٹھی ہے دُعا فقیر کے دل سے
تمام عمر رہو ہر ایک خیر سے محروم!

خُونِ شہداء

عادل بٹ

خونِ شہداء سے جو خوشبو آ رہی ہے آج
گلشنِ احمد کو مہکا رہی ہے اک نئے جذبے کے ساتھ
صبر وصلوٰۃ سے مدد مانگ رہا ہے ہر طالبِ حق آج
دکھلاؤ تو کوئی امت میں ایسا، خدا ہو جس کے ساتھ
اے شہید وخوش نصیبو کتنے قریب ہو تم خدا کے آج
امامِ وقت کی دعائیں ہیں ہر دم تمہارے ساتھ
باوضو عبادت گزار جان قربان کر رہے ہیں آج
پہلے بھی امت میں ایسا ہوا' نبیؐ کے اصحاب کے ساتھ
حوصلے اس سے ہرگز ہوئے نہیں پست ہمارے آج
نئی تاریخ رقم ہو رہی ہے عزم وہمت کے ساتھ
اگلے مورچوں میں ہم دین کی حفاظت کر رہے ہیں آج
منکرِ حق تو صف آراء ہیں ابوجہل کے ساتھ
اک امام کے ہاتھ پر جمع ہیں ہم غلامانِ محمدؐ آج
دشمن تو منہ کی کھا رہا ہے یاس وحسرت کے ساتھ
ہر فرد دُعا گو ہے اے شہیدو تمہارے لئے آج
تمنا اس دل کی بھی کہ کاش وہ بھی ہوتا تمہارے ساتھ

سو سال پہلے، قسط دوم

جلسہ سالانہ قادیان (منعقدہ 25 تا 27 دسمبر 1912ء) کی مختصر رپورٹ

تحقیق وترتیب: حبیب الرحمٰن زیروی

حضرت مولانا محمد احسن صاحب امروہوی

مولوی صدر الدین صاحب کے لیکچر کے اثنا میں ہی مولانا محمد احسن صاحب تشریف لے آئے تھے۔ آپ صدارت پر جلوہ افروز رہے اور آپ اس کے اہل تھے پھر مولانا موصوف کا مضمون صوفی غلام محمد صاحب نے پڑھ کرسنایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی جلسہ سالانہ پر دوسری تقریر

قرآن سیکھنا سہل ہونا اور قرآنی فہم کا راز

(دوسری تقریر جلسہ سالانہ فرمودہ 26/ دسمبر 1912ء بعد نماز ظہر)

''............ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ فرمایا۔ شہر مکہ میں کوئی یونیورسٹی نہیں جس میں تو پڑھا ہو۔ یہاں کوئی لائبریری بھی نہ تھی کوئی ترجمہ کا محکمہ بھی نہیں۔ ینابیع الاسلام کے لکھنے والوں نے اور بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کو پختہ کر دیا۔ قرآن کریم کو حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کے مشورہ سے بنایا کوئی تمام زبانوں کا جاننے والا مکہ میں تھا؟ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے تو نے تو کسی کتاب کو پڑھا ہی نہیں۔ یہ مُبْطِل کیا اعتراض کرتے ہیں؟ علم والے اس بھید کو سمجھتے ہیں اور ظالم تو انکار ہی کرتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے پاک انسان تھے کہ اپنی پاک قوتوں سے اپنی پاک تاثیرات سے عرب میں وحدت پھیلا دی۔ جناب الٰہی کے نام کو ایسا بلند کیا کہ بلند میناروں پر چڑھ چڑھ کر اللّٰہ اکبر کے نعرے بلند کرتے ہیں ایک گارڈن پادری تھا مجھ سے بہت ملا کرتا تھا اور احمق اتنا تھا کہ ہر مرتبہ اس کو یقین ہوا کرتا تھا کہ نور دین اب کی مرتبہ ضرور بپتسمہ لے لے گا ہمارے گھر کی باسی روٹیاں بھی کھا لیتا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا یورپ نے کیسی ترقی کی ہے۔ میں نے کہا ہم نے تو کوئی ترقی نہیں دیکھی۔ کہا آپ نے نہیں دیکھی؟ میں نے کہا ترقی یورپ کر ہی کیا سکتا ہے۔ میں نے کہا تو تو عالم اور پادری آدمی ہے میں کہتا ہوں کہ یورپ نے نہ ترقی کی ہے نہ آئندہ کر سکتا ہے۔ کہنے لگا یہ بات کیا ہے۔ میں نے کہا نادان انسان تو خداوند مسیح کو ماننے والا۔ بتا تو سہی کہ اکبر کے پرے کیا نام تجویز کر سکتے ہو۔ اکبر کے بعد ترقی کر کے کیا دکھلا سکتے ہو اور اس اکبر کو جس طرح ہم مسجد کے میناروں پر چڑھ کر سناتے ہیں۔ تم کیا سناؤ گے تم سوائے گھنٹے بجانے کے اور کیا جانتے ہو۔ اکبر کے لفظ نے ترقی روک دی۔ کہنے لگا دیکھو کپڑے کیسے بناتے ہیں۔ میں نے کہا جولاہے بنے۔ کہنے لگا کیسے کیسے جہاز بنائے۔ میں نے کہا لوہار بنے۔ وہ رُک گیا۔ میں نے کہا پادری دینوی ترقی کو مسیح نے کب الٰہی قرب کی ترقی فرمایا ہے میں نے کہا۔ انجیل موجود ہے دیکھ لو۔ اکبر کے پرے کوئی لفظ نہیں قلم تو ٹوٹ گیا۔ تواضع میں تم ہماری ہمسری نہیں کر سکتے۔ ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں۔ اب اس سے نیچے اور کہاں جائیں جہاں تک ہماری طاقت تھی ہم نیچے گر گئے اس سے زیادہ تم کیا کرو گے پھر ہمارے الفاظ کو دیکھو۔ سبحان ربی الاعلیٰ۔ سبحان ربی العظیم۔ سبحان سے آگے پاکیزگی کے لئے کونسا لفظ ہو سکتا ہے۔ وہ سن سن کر بھونچکا سارہ گیا۔ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ (البقرۃ:259) یاد رکھو جو کچھ دین اسلام نے ہم کو سکھایا ہے وہ ایسا ہے کہ ہمارے مقابلہ میں دوسرا ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ نیوگ کی باریکی اور اس کی ضرورت کہاں مجلسوں میں بیان کی جا سکتی ہے۔ عیسائیوں کے خدا کی یہ حالت ہے کہ یہودیوں نے پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا اور خدا کی خدائی غارت کر دی۔ پھر وہ مجھ سے نبی کریمؐ کے معجزات کے متعلق کچھ کہنے لگا میں نے معجزات آنکھوں کے سامنے دکھلا دیئے اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ کیا ابھی ان کو یہ

کتاب میری کافی نہیں جو ان کو کھل کر سنائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے میرا ایک بچہ ہے اس کو ایک آریہ نے پکڑا کہ مباحثہ کر لے اس نے کہا کر لے۔ میرے بچہ کے ہاتھ میں کتاب اللہ تھی کہا یہ ہماری کتاب ہے اگر عربی نہیں آتی تو نیچے اردو ترجمہ لکھا ہے۔ تمہارے وید تو لحافوں میں چھپے ہوئے ہیں وہ کبھی باہر نکلے ہی نہیں۔ پھر اس آریہ سے کہا اچھا تو یہ بتا کہ تو نے وید کو پڑھا؟ اس نے کہا نہیں۔ کہا ان کو سمجھا۔ کہا نہیں۔ یہ تو کافی کتاب ہے یُتْلٰی عَلَیْہِمْ چھپی ہوئی نہیں۔ جہان کے سامنے پڑھی جاتی ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَةً وَّ ذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ میں ساری رحمتیں دینے کو تیار ہوں میری بات کو مان لو بڑے سے بڑا بنانے کو تیار ہوں ایمان دار بنو اور میرے خط کو پڑھو۔ اب دیکھ لو بڑا حصہ زمینداروں کا ہے وہ قرآن کو کتنا پڑھتے ہیں۔ بڑا حصہ تاجروں اور پیشہ والوں کا ہے وہ کتنا قرآن پڑھتے ہیں پھر بڑا حصہ نوکر چاکر لوگ ہیں نو بجے تک سوئے ہوئے اٹھے دس بجے دفتر گئے وہاں سے چار بجے آئے تو چُور ہو کر آئے۔ پھر ہوا خوری پھر دوست آ گئے باتیں ہونے لگیں رات کے بارہ بج گئے یا گپیں لگاتے ہوئے دو بج گئے۔ قرآن کس وقت پڑھا جائے؟ کوئی موقع نہیں۔..........

ایک وقت میں نے حضرت مرزا صاحبؑ سے دریافت کیا تھا کہ مقابلہ کے وقت قرآن کے بعض مشکلات ہوتے ہیں ان کا کیا کیا جائے؟ کہنے لگے تم نے کیا سوچا۔ میں نے کہا یا تو ان کا ذکر ہی چھوڑ دیا جائے یا الزامی جواب دے کر ٹال دیا جائے ہنس کر کہنے لگے کہ جو بات خود نہیں مانتے دوسروں کو کیوں منواتے ہو۔

پھر فرمایا ہم تم کو ایک گُر بتائیں جو سوالات تم کو نہیں آتے ان کو خوشخط لکھ کر جہاں تمہارا زیادہ گزر رہے وہاں لٹکا دو تاکہ بار بار اس پر نظر پڑے خدائے تعالیٰ خود ہی سمجھا دے گا۔ میں نے اس کا مطلب صوفیانہ رنگ میں لے لیا کہ دل میں لٹکاتے ہیں یعنی ان سوالات کا ہر وقت تصور رکھیں گے مجھے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے سب سوالات سمجھا دئے جو میری تصانیف میں بھی موجود ہیں۔ مجھ کو خدائے تعالیٰ نے دو علم بخشے ہیں ایک قرآن کا اور دوسرا طب۔ اب تو میری بیوی نے بھی طب سیکھ لی ہے اب ہم دو کمانے والے ہو گئے۔ 45، 46 برس میں طب کے پیشہ کو کیا طب کا 1/20 حصہ میرے حصہ میں آیا پھر بھی معقول گزارہ ہم کو مل جاتا ہے۔ اس 46 برس میں ایک بھی نسخہ مجھ کو ایسا نہیں ملا جس کے چھپانے کی ضرورت ہوئی ہو۔ کوئی نسخہ ملا ہی نہیں جس کو حیض کی طرح چھپاؤں۔ ہاں کسی خاص بیمار سے خاص وقت میں ایک نسخہ چھپانا اور بات ہے اسی طرح خدائے تعالیٰ نے قرآن مجھ کو دیا۔ اس میں بھی کوئی چھپانے والی بات نہیں۔ پھر جو گُر مجھ کو حضرت صاحب نے بتایا وہ میں کہہ آیا ہوں۔ میں نے دل پر خوشخط لکھ کر لٹکا لیا۔ کچھ دنوں کے بعد ایسا انشراح ہوا کہ وَالْفَجْرِ۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی کی تفسیر میری کتابوں میں دیکھو یہ اسی ترکیب کو استعمال کرنے کا نتیجہ ہے پھر اس کے بعد مجھ کو خدائے تعالیٰ نے الہام کیا کہ اگر کوئی منکر قرآن، قرآن پر تجھ سے اعتراض کرے اور تجھ کو نہ آتا ہو تو ہم اسی وقت تجھ کو اس کا مطلب بتا دیں گے۔ ہمارا معلم خدائے تعالیٰ ہے ہمیں کس کا ڈر ہو سکتا ہے۔ دھرمپال نے جب ترکِ اسلام کتاب لکھی تو اس میں اس نے مقطعات قرآنیہ پر اعتراض کیا ہے۔ میں چھوٹی مسجد میں مغرب کی سنتیں پڑھ رہا تھا ایک سجدے سے سر اٹھایا میں نے کہا۔ مولا! گو وہ سامنے نہیں مگر کتاب تو اس نے بھیجی ہے۔ پس دوسرے سجدے میں جانے سے پہلے پہلے یعنی دونوں سجدوں کے درمیانی وقفہ میں سارے مقطعات قرآنی کا علم مجھ کو دیا گیا۔ میں نے جب لکھا تو میں خود بھی حیران تھا کہ میں نے اس کا ایسا جواب لکھا کہ کسی نے آج تک ایسا نہیں لکھا۔ میں تکبر نہیں کرتا، ریا نہیں کرتا یہ لعنتی کا کام ہے۔ میری غرض تم کو سمجھانے کی ہے قرآن کو کبھی مشکل نہ سمجھو۔ اگر دشمن کوئی اعتراض کرے تو اس کو لکھ کر لٹکا لو خدائے تعالیٰ ایسا علم عطا کرے گا کہ وہ دشمن لاجواب اور خاموش ہو جائے گا۔ جموں میں مجھ سے ایک آدمی نے حدیث نزول الربّ کی بابت سوال کیا کہ زمین گول ہے اور کہیں نہ کہیں رات ہر وقت ہوتی ہے تو نزول ربّ بھی ہر وقت ہوا پھر اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (طٰہٰ:٦) سے کیا مطلب ہوا؟ میں نے کہا پانچ سات روز کے بعد جواب دیں گے۔ اس نے کہا اچھا سات روز کے بعد ہی آپ جواب دیں۔ جُوں جُوں دن گزرتے میرا دل دھڑکتا۔ بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ قبل از روز مقرر یاغستان کے ملک سے بذریعہ ڈاک میرے پاس ایک کتاب آئی اس کو کھولا تو وہ اسی حدیث کی شرح تھی اور بڑے ہی فلسفیانہ مذاق کی تھی۔ میں نے اس کو پڑھا تو اس معترض کے تمام سوالات اُڑ گئے۔ وہ معترض آیا کہ کیوں صاحب تیار ہو گئے؟ میں نے کہا ہاں تیار ہیں تم بھی تیار ہو جاؤ۔ میں نے جب اس کے سامنے بیان کرنا شروع کیا تو ابھی اس کتاب کا دو تین ہی صفحہ کا مضمون ادا ہوا تھا کہ وہ کہنے لگا۔ بس

میری تسلی ہوگئی اب آپ اورزیادہ بیان نہ فرمائیں۔میں نے کہا میں تو بڑا لمبا بیان کرنے کو تھا۔بعد میں مَیں نے وہ کتاب چھپوادی۔مَیں نے یہ بات خدائے تعالیٰ کے فضل کو بیان کرنے کے لئے کہی ہے ۔ خدائے تعالیٰ بڑا قادر ہے وہ جب بندے کو سکھاتا ہے دیوار سے آواز آجاتی ہے۔ستون سے آواز آجاتی ہے۔ایک مرتبہ میں ایک شہر میں تھا۔میرے پاس ایک پیسہ تک نہ تھا اور بھوک بھی بہت لگی۔ عشاء کا وقت ہوگیا۔میں نماز کے لئے مسجد کو چلا۔ایک سپاہی نے راستہ میں مجھ سے کہا کہ ہمارے آقا بُلاتے ہیں۔میں نے کہا میں تمہارے سردار کے پاس اس وقت تو نہیں جاسکتا۔اس نے کہا کہ میں تو سپاہی آدمی ہوں میرے آقا نے آپ کو بلایا ہے۔آپ خوشی سے نہ جائیں گے تو میں جبراً لے جاؤں گا۔خیر میں اس کے ساتھ اس کے آقا کے پاس چلا گیا۔وہاں بہت سی جلیبیاں رکھی تھیں اس امیر نے کہا کہ آپ ان کو کھائیں۔ہندوستان کا ایک حلوائی آگیا ہے اس نے بنائی ہیں۔ میں نے اس لئے آپ کو بلایا کہ آپ ہی ان کو خوب پہچان سکتے ہیں۔میں نے کہا نماز کا وقت ہے۔اس نے کہا میرا آدمی مسجد کے دروازے پر کھڑا رہے گا۔جس وقت تکبیر ہوگی وہ فوراً اطلاع دے دے گا آپ اطمینان سے کھانا شروع کریں۔ چنانچہ میں نے کھانی شروع کیں اور جب میں خوب سیر ہو چکا تو فوراً اس کے آدمی نے اطلاع دی کہ تکبیر اقامت ہو رہی ہے چنانچہ میں جلدی سے مسجد کو چلا گیا۔ دوسرے دن پھر سامان کوئی نہ تھا۔تم یاد رکھو میں نے اس وقت تک کبھی کوئی نقدی گری ہوئی نہیں پائی۔میں تو فارغ آدمی تھا روٹی کا فکر نہ تھا۔میں چٹائی جھاڑ کر بچھانے لگا۔چٹائی اٹھائی تو ایک اشرفی پڑی ہوئی نظر آئی۔میں نے کہا یہاں کسی دوسرے آدمی کی آمد و رفت ہے ہی نہیں۔میرا یہ مکان ہے۔میں اب کس سے پوچھوں کہ یہ اشرفی کس کی ہے۔پھر میری سمجھ میں آیا کہ رات میں نے جلیبیاں کھائی ہیں۔اب یہ اللہ تعالیٰ ہی نے بھجوائی ہے۔اللہ تعالیٰ دینے پر آئے تو اس طرح دے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۖ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (البقرة:283)۔تم تقویٰ اختیار کرو ہم علم دیں گے۔قرآن میں کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔اگر اتفاق سے کوئی مشکل آپڑے تو اس کو خوشخط لکھ کر ایسی جگہ لٹکا دو کہ بار بار پیش نظر ہو سکے اللہ تعالیٰ اس کا حل تمہارے دل میں ڈال دے گا۔یہ ایسا گُر ہے کہ ہر مشکل کے وقت تم کو مدد دے گا اگر یہ جھوٹی بات ہوتی تو میں تم کو سناتا ہی نہیں۔ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ بڑے بڑے عالم اعتراض کرتے ہیں۔میں نے کہا کہ وہ خود ہی ناقص ہیں قرآن کریم کی مشکل کو اسی طرح حل کرو۔مگر یاد رکھو خدائے تعالیٰ کو آزمانے کے لئے نہیں بلکہ ضعیف ہو کر، محتاج ہو کر، فقیر ہو کر سائل بنو اور خدا تعالیٰ کا امتحان نہ کرو ورنہ وہ پرواہ نہیں کرے گا۔ایک مرتبہ میں وزیرآباد کے اسٹیشن پر پہنچا۔وہاں ایک وکیل ملا جو اس طرف کا رہنے والا تھا۔مجھ سے کہنے لگا کہ کیا قرآن پڑھنا بہت ہی ضروری ہے۔میں نے کہا ہاں۔کہا کہ ہم بچوں کی طرح قرآن پڑھیں۔ہم سے اب صرف ونحو نہیں پڑھی جاتی۔میں نے کہا کہ قرآن میں قَوْلَ نہیں پہلے ہی قال موجود ہے یَقُوْلُ نہیں یَقُوْلُ پہلے ہی موجود ہے صرف کی ضرورت نہیں۔کہنے لگا نحو۔میں نے کہا قرآن کریم میں زیر وزبر پہلے ہی سے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔کہنے لگا، لغت۔میں نے کہا کہ قرآن کے لغت مشکل نہیں۔تم کوئی مشکل لغت پوچھو۔اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اس کی زبان پر یہ جاری کیا قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (الاحزاب:71) میں نے کہا یہ تو بڑی سیدھی بات ہے تمہارے جموں کی زبان میں ''گلا وگل سِدّھی'' کہنے لگا تسلیمات۔میں ضرور قرآن پڑھوں گا۔حضرت صاحبؑ کے پاس ایک آدمی آیا۔بڑی جلدی جلدی اس کی زبان چلتی تھی۔حضرت صاحب سے کہنے لگا کہ جیسی انگریزی زبان ہے ایسی اچھی آپ کی زبانیں نہیں۔یہ بھی کہا کہ انگریزی زبان جیسی مختصر ہے آپ کی زبانیں اس قدر مختصر بھی نہیں۔حضرت صاحب نے کہا۔میرا پانی کی انگریزی کیا ہوتی ہے اس نے کہا مائی واٹر (my water)۔حضرت صاحب نے کہا کہ صاحب ہماری زبان میں صرف مائی سے کام چل جاتا ہے واٹر کی ضرورت نہیں آپ کی زبان میں پورا ایک لفظ زیادہ بولنا پڑتا ہے۔اگر تمہارے دل میں کسی نے یہ وہم ڈالا ہو کہ قرآن کریم پر سائنس کے حملے ہوتے ہیں تو تم اس سے وہ اعتراض جو وہ بیان کرتا ہے دریافت کر کے خوشخط لکھ کر سامنے لٹکا لو اللہ تعالیٰ تم کو سمجھا دے گا۔جو عام لوگ ہیں ان کو مباحثہ کی ضرورت نہیں۔

25/دسمبر کا بقیہ مضمون

کل کی آیت وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران :105)۔تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہئے جو نیکیوں کی طرف بلائے بدی

سے تم کو بچائے قرآن کریم نے ہر ایک نیکی کو پسند کیا اور ہر ایک بدی کو ناپسند ٹھہرایا ہے یہاں ایک مدرسہ ہے وہ مدرسہ احمدیہ کہلاتا ہے اس میں لڑکوں کو جمع تو کر لیا ہے مگر ان کے کپڑوں کا ان کی روٹی کا کوئی بندوبست نہیں۔ ان کی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں۔ سردی کا موسم آیا تو انہوں نے میرے کپڑے اتارنے شروع کئے۔ وہ کب تک اس قابل بنیں گے اور واعظ ہوں گے۔ ہم تو نہ ہوں گے اگر ہماری عمر کے بعد بنے تو ہم کو کیا خوشی۔ تم میں سے عقلمند ایسا کرتے جب تک میرے پٹھے درست ہیں، میری زبان جب تک چلتی ہے، میرا دماغ کام کرتا ہے، میرا دل جب تک اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہے مجھ سے قرآن کریم پڑھتے۔ میں تین چار مہینہ میں قرآن شریف پڑھا سکتا ہوں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ مجھ جیسے کو بھی آپ اتنی مدت میں قرآن شریف پڑھا دیں گے۔ میں نے کہا ہاں وہ چار ماہ کی چھٹی لے کر آیا اور مجھ سے قرآن پڑھا۔ کہنے لگا کہ اب میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ ایک چھوٹی سی جماعت ہو خواہ پانچ یا سات آدمی ہوں میں بعض کو تین ماہ میں پڑھا سکتا ہوں۔ قرآن کریم کو میں سمجھتا ہوں اور خوب سمجھتا ہوں۔ مجھ کو قرآن کریم سے محبت ہے۔ میں نے قرآن کریم پر ہونے والے اعتراض بھی بہت سنے ہیں لیکن مجھے کسی نے گھبرایا نہیں۔ تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہئے جو نیکی کی ترغیب دے اور بدی سے منع کرے وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وہ مظفر ومنصور ہو جائیں گے میں نے کل خواجہ صاحب کی تقریر کا آخری حصہ سنا ہے میں اس کو ذرا بھی مشکل نہیں سمجھتا روپیہ اس قدر کہاں سے آئے گا مجھ کو اس کی مطلق فکر نہیں۔ سائنس کا معاملہ میں لغو سمجھتا ہوں اگر سارا یورپ بھی ہمارے سامنے آئے تو توپ ان کے پاس ہوگی لیکن وہ انجیل کو ہمارے سامنے نہیں لا سکتے۔ میرے دوستو! تم میں سے ضرور کچھ نہ کچھ قرآن کے ماہر ہوں سب کا تو میں نہیں کہہ سکتا مگر ہاں کچھ نہ کچھ خرچ کا میں بھی متحمل ہو سکتا ہوں۔ ہمارے دوستوں کو واجب ہے کہ کوئی بات تو ہماری بھی مان لیں۔ دیکھو تیسرا سال ہے۔ میں بیمار تھا۔ آنکھ کے قریب اب بھی ناسور ہے۔ کل تھوڑا سا لکھا تو تھک گیا۔ اب بھی کبھی یہ پاؤں رکھتا ہوں کبھی دوسرا کبھی ٹیک لگاتا ہوں۔ یہ سب کمزوری کی بات ہے ورنہ میں پانچ پانچ گھنٹہ برابر کھڑے ہو کر بولتا رہا ہوں۔ تم کچھ صبر کرو اور شکر کرنا سیکھو اگر تم شکر گزار ہو تو اللہ تعالیٰ نعمت کو بڑھائے گا لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراھیم:8)۔ اگر شکر کے عادی بنو گے تو ایک پیسے سے بیس پیسے بیس سے سو سو سے دو سو ہو جائیں گے۔ صبر بھی بہت کرو۔ تقویٰ اختیار کرو۔ قناعت اختیار کرو۔ سخاوت اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کا خوف، حسن خلق، سچائی اختیار کرو۔ کس قدر مقدمات میں جھوٹ بولا جاتا ہے؟ مقدمات سے بہت بچو۔ اخلاص اختیار کرو۔ خدائے تعالیٰ کے احسانات دیکھو۔ آنکھ، ناک، کان، زبان، اس کی نعمتوں کو کوئی شمار کر سکتا ہے؟ میں تو اتنا روپیہ نہیں رکھتا کہ تم کو چائے پلا دوں۔ تمہاری ضیافت کر دوں۔ ابھی اگر بارش ہو جائے تو میرے درس کے لئے کوئی مکان نہیں۔ سچائی، اخلاص، اللہ تعالیٰ سے خوف ورجا رکھو۔ یہ دعوت ہے جو میں تمہاری کرنا چاہتا ہوں اگر ایک لقمہ بھی اس دعوت سے کھا لو تو پھر مجھ کو خط لکھو کہ تم کو اس سے نفع ہوا یا نقصان۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے علاج کے معاوضہ میں مجھ کو سکھوں کے زمانہ کا ایک پیسہ دیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ تو خدائے تعالیٰ نے دیا ہے۔ میں نے کہا مولیٰ میں اس کو تیری راہ میں دے دوں تو اس کے سات سو پیسے بن جائیں۔ میں نے وہ پیسہ بڑے شکر کے ساتھ لے لیا پھر مجھ کو اللہ تعالیٰ نے لاکھوں روپیہ دیئے۔ شکر کرو۔ سخاوت کرو۔ یہ نعمت بڑھنے کا نسخہ ہے تم اللہ تعالیٰ کے بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارا ہو گا۔ ہمیشہ اپنے آپ کو جناب الٰہی کا محتاج سمجھو۔ مخلوق کی تعریف کی پروا نہ کرو۔ مخلوق ہستی ہی کیا رکھتی ہے ہم نے بچپن میں ایک کتاب پڑھی تھی اس میں لکھا ہے۔ من نمانم ایں بماند یادگار۔ اب میں دیکھتا ہوں خدائے تعالیٰ نے اس کی بھی جڑ کاٹ دی کہ تم اس کو یادگار بناتے ہو۔ یادگار رہوتی کیا ہے؟ ہمارے کس قدر دوست حکیم ہیں کس قدر ڈاکٹر ہیں۔ سوئی کے ناکے کے برابر زخم ہے تین سال سے وہ اچھا نہیں ہوا۔ مسلمانوں کو کبریائی اور تکبر نے بڑا نقصان پہنچایا ہے ان کا رہ ہی کیا گیا ہے۔ لایعنی باتوں پر بہت غور کرنا، فخر کرنا یہ سب غلطیاں ہیں۔ دیکھو کسی کے ماں باپ کو بے ادبی کا کلمہ کہا جائے تو کس قدر جوش آتا ہے مگر خدا اور سول کی بے ادبی ہوتی ہے ان بے ادبوں کے سامنے ایسا غیظ وغضب تم کو نہیں آتا۔ تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہئے جو نیکی کی طرف بلائے اور بدی سے روکے۔ یہ بھی یاد رکھو بدظنی کا کوئی علاج نہیں۔ ایک آدمی کے دل میں میری تقریر سن کر یہ خیال آئے کہ یہ ریا ہے تو یہ اس کی غلطی ہے تم ہمارے اعمال کے اور ہم تمہارے اعمال کے ذمہ وار نہیں۔ ہمارا یہ کام ہے کہ ہم بھلی بات تم کو بتا دیں اور بتانے میں دھوکا نہ دیں۔ تم بڑی دور سے آئے ہو۔ ہمارے معتقد ہو، بعض نہیں بھی ہیں۔ میں تم سب کو یقین دلاتا ہوں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پر

ایمان رکھو۔خدائے تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی پیارامحبوب نہ ہو لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے حقیقی معنے ہی ہیں کہ بندہ ہرآن میں اللہ تعالیٰ کا اس قدر محتاج ہے کہ ان محتاجی کی چیزوں کو گن بھی نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ کو راضی کرو۔

اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرو۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کرو۔ہماری پیاری پیاری باتیں سن کران کی قدر کرو۔عمل کرو۔اللہ تعالیٰ کو راضی کرو۔اللہ تعالیٰ تم کو راضی کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو۔(پھر دعا ہوئی)

(البدر 13/مارچ 1913ء صفحہ 10تا 14)

احمدیہ کانفرنس

رات کومغرب وعشاء کی نماز جمع ہونے کے بعد ساڑھے 7 بجے کے قریب احمدیہ کانفرنس مسجد مبارک میں ہوئی۔ بجٹ پیش ہوا۔سیکرٹری صاحب نے مدرسہ احمدیہ اورزکوٰۃ کی طرف توجہ دلائی۔مدرسہ احمدیہ کی آمدنی کی نسبت بہت سی تجویزیں پیش ہوئیں۔آخر یہ قرار پایا کہ مقامی آمد جو کہ سیالکوٹ میں اس طرح وصول کی جاتی ہے کہ کسی ترقی یا لڑکے کی تولید یا شادی پر کچھ رقم حسبِ حیثیت لی جاتی ہے۔اس سے اپنی اپنی انجمنوں میں مشورہ کر کے ایک معقول رقم بطور وظائف کے ہرایک جماعت کی طرف سے دی جائے اورتحریک کی جائے کہ مدرسہ احمدیہ میں ایسے لڑکے بھجوائے جائیں۔جو اپنے خرچ پر پڑھیں۔..........

دوم۔انجمن سیالکوٹ کی درخواست پر یہ تجویز بھی پاس ہوئی کہ آئندہ محاسب ومحصل وغیرہ کوالاؤنس بھی دیا جاسکے تاکہ حساب کتاب باقاعدہ رکھنے کا جواب وہ ہو۔اس تجویز کی نسبت کئی بھائیوں کا یہ خیال تھا کہ غیرضروری ہے مگر ضرورت سمجھ کر پاس کردی گئی۔

اتنے میں دس بج گئے اور چونکہ میرے سامنے وہ تجاویز بھی تھیں جو الحکم ونور نے اپنے مختلف issues میں زورشور سے پیش کی تھیں اس لئے میرا خیال تھا کہ صبح کی نماز یہیں بیٹھے بیٹھے پڑھیں گے۔لیکن سیکرٹری صاحب نے فرمایا کہ اب کوئی اور بات پیش ہونے والی نہیں جس سے معلوم ہوا کہ یہ تجاویز صرف اسی صورت میں پیش ہوسکتی تھیں کہ ان مضامین سے متاثر ہو کر کوئی انجمن پیش کرتی یا اخبار اپنے طور پر ایسا رسوخ یا حق رکھتے۔

مکرم ایڈیٹر صاحب الحکم مزید تحریر فرماتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح کی توجہ اس امر کی طرف ہے کہ احباب آپس میں اتحاد ومحبت پیدا کریں۔دعاؤں کی بہت عادت ڈالیں۔قرآن شریف پڑھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تصانیف کو لیں اور بار بار پڑھیں۔چھوٹے چھوٹے ٹریکٹ چھاپ کر مفت تقسیم کئے جائیں۔مدرسہ احمدیہ کی طرف جماعت اور ناظمین مدرسہ توجہ کریں جو مساکین طلباء یہاں تعلیم کے واسطے آتے ہیں مگر کسی باضابطہ مدرسہ اور بورڈنگ میں داخل نہیں ہوسکتے اُن کا بھی انتظام کیا جائے تاکہ وہ یہاں سے محروم نہ جاویں۔

احمدیہ کانفرنس میں بجٹ پیش ہوئے اور پاس ہوئے اور یہ مشورہ قرار پایا کہ جن انجمنوں کا کام بہت ہے اورآنریری طور پر پورا نہیں ہوسکتا۔وہ حسب ضرورت اُجرتاً کام کرالیا کریں تاکہ کام درست رہے۔

سالانہ جلسہ میں احمدیہ کانفرنس ایک کام کی چیز ہے اور اس کو نہایت مفید اور کارآمد بنانے کی کوشش کرنی چاہئے احمدیہ کانفرنس کا اتنا ہی کام نہیں رہ جانا چاہئے کہ وہ بجٹ پاس کردے یا چندوں کے متعلق کوئی ریزولیوشن تجویز کردے بلکہ احمدیہ کانفرنس میں بعض اہم اورضروری امور پیش کرنے مناسب ہیں جو قوم کی اصلاح کے لئے مفید ہوں۔

(1) احمدیہ کانفرنس میں یہ معاملہ پیش ہو کہ ہمیں اشاعت سلسلہ کے لئے مختلف شہروں میں ریڈنگ روم کھولنے چاہئیں۔

(2) ضلعوار واعظ مقرر کرنے چاہئیں۔

(3) اس امر کی خصوصیت سے پابندی کی جاوے کہ احمدی غیر احمدیوں میں لڑکیاں نہ دیں۔

(4) ہر جماعت اپنی اپنی جگہ اگر مسجد نہیں رکھتی تو مسجدیں بناوے۔اس کی ضرورت نہیں کہ پختہ اور عالیشان مسجدیں ہوں بلکہ خواہ وہ مٹی کے چبوترے ہی کیوں نہ ہوں مگر مسجدیں ضرور ہوں۔

(5) ہرانجمن ایک شخص اپنی طرف سے منتخب کر کے قادیان بھیجے جو یہاں ایک سال تک کم ازکم رہ کرضروری مسائل اورترجمہ قرآن مجید وغیرہ پڑھ کروہاں واپس جا کر امامت اورترجمہ پڑھانے کا کام کرے اوروہی اس جماعت کا واعظ ہو۔

(6) شادی اورغمی کے فضول اخراجات قوم میں بند کردیئے جاویں اگر کہیں ہوں۔

(7) سودی روپیہ کے لین دین سے قوم کے افراد کو منع کیا جاوے اور اس مقصد کے لئے ایک مشترکہ سرمایہ سے ایک بنک کے اجراء کی تجویز کی جاوے۔

(8) لاوارث بچوں اور بیوگان کی حفاظت کے لئے پراویڈنٹ فنڈ کھولنے کی تحریک کی جاوے۔

(9) قوم میں مفید احمدی لٹریچر پھیلانے کے واسطے پرغور کیا جاوے۔

(10) سلسلہ عالیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ اور لائف لکھنے کا کام شروع کیا جاوے۔

(11) مختلف مقامات پر ابتدائی احمدی مدارس جاری کئے جاویں۔

(12) ہمارے مقدمات عدالتوں میں نہ جاویں بلکہ قومی پنچایت انہیں طے کرے۔ (الحکم 7,6,5/نومبر 1912ء)

ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب

27/دسمبر صبح کا جلسہ 9 بجے مسجد نور میں ہوا۔ وہاں پہلے ڈاکٹر محمد حسین صاحب کا لیکچر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جلسہ میں جمع ہونے کا بڑا مقصد ہمارے احباب کے لئے یہ ہے کہ ہم اپنے امام کے مشن کی اشاعت کے لئے تدابیر سوچیں۔

خطبہ جمعہ 27/دسمبر 1912ء

چونکہ جمعہ مسجد اقصیٰ میں ہونے کا خیال تھا اس لئے لوگوں کو واپس گاؤں پہنچنے کی جلدی تھی بارہ بجے سے اوّل سب دوست مسجد میں پہنچ گئے اور اردگرد کے کوٹھے بھی آدمیوں سے بھر گئے۔ لیکن ایک بجے کے قریب معلوم ہوا کہ جمعہ باہر مسجد نور میں ہوگا اس لئے سب باہر گئے اور مسجد نور اور اس کے اردگرد اڑھائی ہزار سے زیادہ احمدی جمع ہو گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے خطبہ جمعہ پڑھا۔ اس میں اول تو آپ نے فرمایا تم رخصت ہونے والے ہو۔ اس لئے میں استود حکم اللہ پڑھتا ہوں۔ دوم مدرسہ احمدیہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس کے بعض طالب علموں کے پاس میں سنتا ہوں جاڑے میں لحاف بھی نہیں۔ پھر بھولے بھٹکے لڑکے آتے ہیں وہ پڑھنا چاہتے ہیں۔ ان کے خوردونوش، رہائش کا بندوبست ضروری ہے۔ سوم حضرت صاحب کی کتب کی اشاعت ضروری ہے ان میں معارف وحقائق کا ایک خزانہ ہے۔ تمام کتابوں سے مقدم ان کی خریداری چاہئے۔ اور آئندہ خیال رکھو۔ میں نے تو اسی ادب کی وجہ سے تصنیف چھوڑ دی۔ چہارم میں تمہیں ایک خوش خبری سناتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ہمارے میاں صاحب جدہ سے جہاز پر سوار ہو گئے اور اس جہاز کا نام منصورہ ہے۔ مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے اس لئے اپنے مخلصوں کو اس خوشی میں شریک کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بخیر وعافیت آئیں۔ اس کے بعد آپ نے سورۃ العصر کے متعلق وعظ فرمایا۔ فرمایا زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ صحابہ ایک دوسرے کو رخصت کے وقت یہ سورۃ سنا لیا کرتے تھے میں تمہیں سناتا ہوں۔ ایمان پیدا کرو۔ سنوار والے کام کرو۔ پھر دوسروں کو یہ باتیں پہنچاؤ۔ اور اسی حق کی تبلیغ میں صبر واستقامت سے کام لو۔

ثاقب صاحب کی نظم

جمعہ کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور کچھ چلے گئے۔ ثاقب صاحب نے اپنی نظم پڑھنی شروع کی۔ مولانا امیرؓ بھی تشریف فرما تھے۔ جناب ثاقب ہمارے سلسلہ کے چوٹی کے شاعروں میں سے ہیں۔ آپ کی زبان نہایت شستہ ہے۔

چودھری فتح محمد صاحب سیال کا خطاب

مومن کی عملی زندگی کے لئے یہ لیکچر بہت مفید تھا مگر افسوس کہ لوگ اس وقت جا چکے تھے اور حاضرین بمشکل دوسو ہوں گے لیکن جب یہ لیکچر چھپے گا تو ان لوگوں کو بہت افسوس ہوگا۔ جنہوں نے یہ نہ سنا۔ آپ نے مومن کی کھجور سے مثال بیان کر کے بتایا کہ مومن نافع للناس اور ہمدرد بنی نوع انسان ہونا چاہئے اور مومن کے لئے صرف یہی ضروری نہیں کہ وہ اپنے لئے کام کرتا رہے۔ پھر بتایا کہ بدظنی کیسی بُری ہے اور حسد کے نقصانات بتائے اور کہا کہ میری فطرت میں یہ بات نہیں اور مجھے کسی پہ حسد نہیں آیا۔ پھر محبت لغیر اللہ کے نقصان فلسفیانہ رنگ میں دکھائے اور محبت الٰہی کی طرف توجہ دلائی۔ جو لوگ محبت کی راہ میں ٹھوکر کھا چکے ہیں ان کے لئے یہ بیان نہایت ہی موثر تھا۔ آپس میں مقدمہ بازی کے نقصانات بتائے اور طب یونانی کی طرف عدم توجہ کا نقصان دکھایا۔ ڈاکٹری دوائی کی ایک خوراک پر ایک آنہ خرچ ہوتا ہے جسے غریب لوگ نہیں دے سکتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی طب کو محفوظ رکھیں۔ پھر دین اللہ کی اشاعت پر عملی تجویزیں بتائیں آپ کے لفظ لفظ سے اخلاص اور جوش ظاہر تھا اور جو کلمہ منہ سے نکلتا تھا دل پر بیٹھتا تھا۔

مولوی غلام رسول صاحب فاضل راجیکی

اس کے بعد آخری تقریر فاضل راجیکی نے کی۔ لکھا ہوا مضمون پڑھنا

ان کو ہر چند نا گوار تھا مگر صدر انجمن کی التجا کے موافق لکھ کر لائے تھے۔ جب مضمون ختم ہو چکا تو میں نے دعا کی کہ الٰہی غلام رسول راجیکی پر اس لیکچر کے جتنے حروف ہیں۔ اس سے دس گنی رحمتیں نازل فرما کیونکہ یہ وہ خیال تھے جو میرے دل میں بھی جوش زن تھے اور میں چاہتا تھا کوئی انہیں سنانے والا ہو آپ کے مضمون کا عنوان تھا۔ ''تبلیغ'' آپ نے کیا دل پسند نکتہ کہا کہ یوسف علیہ السلام تو قید میں تبلیغ کرے اور ہم آزاد ہو کر تبلیغ نہ کریں۔ افسوس ہے کہ تبلیغ کے لئے علم کی ضرورت ہے اور عملی نمونہ کی ضرورت ہے۔

نبی کریم کا طرز اشاعت اذان سے ظاہر ہے۔ جس سے واضح ہے کہ اپنے عقائد کو چھپانا نہیں چاہئے۔ اذان مومنانہ شجاعت کی مثال موجود ہے۔ اور نہایت درمندانہ الفاظ میں کہے۔ تمہیں پریشانی ہے کہ ملک ہم سے چھینے جا رہے ہیں ملک لینے سے پہلے اسلام لینے کا فکر کرو۔ جو تمہارے ہاتھوں سے جا رہا ہوے تمہاری وضع قطع تمہاری عادات و اخلاق پر اغیار کا رنگ چڑھتا جاتا ہے۔ پھر یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنی ہستی اپنے رسول کی صداقت کے ثبوت میں مسیح موعود کو پیش کیا ہے تم بھی یہی پیش کرو۔ بغیر اس کے کامیابی محال ہے۔ توحید کی جامع شہادت صرف رسول کا وجود ہے۔ بغیر اس کے کوئی توحید پیش نہیں کی جا سکتی۔ تبلیغ میں مسیح موعود کو نہ پیش کرنا گویا اس کی بعثت کو لغو قرار دینا ہے۔ فاضل راجیکی نے تقریر و عربی علم ادب و قرآنی معارف میں بہت ترقی کی ہے اور مجھے اس سے خاص خوشی حاصل ہوتی رہے کہ وہ میرے ہموطن ہیں بلکہ ہم ایک ہی علاقہ کے رہنے والے ہیں سکول کی جماعت میں بھی میرے ساتھ تھے۔ پھر عربی علوم کی تحصیل میں گولیکی میرے ساتھ تھے ہم احمدی بھی اکٹھے ہوئے اور پھر اکٹھے ہی قادیان کی طرف آئے۔ اب وہ حکم کے ماتحت لاہور رہتے ہیں اور میں قادیان میں۔ خدا ان کو اپنے انعامات خاصہ سے سرفراز فرمائے۔

آخری تقریر اور اختتام جلسہ سالانہ

میرزا یعقوب بیگ صاحب نے خاتمہ پر ایک مختصر تقریر کی اور کہا کہ خدا تعالیٰ کا مظہر رسول کریم کا مظہر دنیا میں آیا۔ اس کے مقاصد کے مبلغ بن جاؤ۔ دنیا میں امن پھیلاؤ۔ بنی نوع انسان کے ہمدرد بنو۔ اور گورنمنٹ کی اطاعت و خیر خواہی میں لگے رہو۔ اور سچے مومن بن جاؤ اور دعا پر جلسہ برخاست ہوا۔

انصار اللہ

رات کو انصار اللہ مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے۔ یہ پاک جماعت حضرت صاحبزادہ صاحب کی قائم کردہ ہے احباب کا آپس میں تعارف ہوا۔ وغیر ذالک

انتظام جلسہ اور حاضری

چندہ اگر چہ یہ جلسہ چندوں کی نیت سے نہیں ہوتا تاہم خزانہ محاسب میں ان ایام میں باہر سے آئے ہوئے لوگوں نے قریباً دس ہزار روپے مختلف مدوں میں چندہ جمع کرایا۔

باہر سے آنے والے احباب زیادہ تر سیالکوٹ، گورداسپور، لاہور، گجرات، جہلم، پشاور، امرتسر، شاہ پور، پٹیالہ، انبالہ، ملتان کے اضلاع سے تھے۔ ان کے علاوہ دور کے مقامات کلکتہ، بھاگلپور، شاہجہانپور، بہاولپور، حیدر آباد سندھ، کراچی سے آئے۔ کپورتھلہ سے صرف ایک پیر مرد منشی عبدالرحمٰن تشریف لائے۔

انتظام مکانات اور کھانے اور روشنی وغیرہ کا سامان بہت عمدہ رہا۔ کوئی شکایت کسی قسم کی پیدا نہیں ہوئی۔ انتظام میں حصہ لینے والوں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ اسکول کے اسٹاف اور طلباء نے مہمانوں کی خدمت میں بہت حصہ لیا۔

(اخبار بدر قادیان دارالامان 9/ جنوری 1913ء)

مہمانوں کی تعداد باہر دارالعلوم میں گیارہ سو کے قریب اور قادیان میں تیرہ چودہ سو کے قریب تھی۔ یہاں کے احباب مل ملا کر اڑھائی ہزار سمجھئے۔ انتظام کے لئے کام کو کئی حصول میں تقسیم کر دیا گیا۔ مکان خوراک، روشنی وغیرہ ہر ایک شعبہ کا ایک امیر اور اس کے ماتحت والنٹیر تھے۔ ہر مکان میں مہمانوں کی تعدا اور ان کے نام مرقوم ہوتے تھے۔ دونوں مدرسوں کے لڑکوں نے خاطر تواضع میں خاص حصہ لیا اور جو لوگ کھانے وغیرہ کے انتظام پر مامور تھے۔ انہوں نے بہت ایثار سے کام لیا۔ صبح سے رات کے دس گیارہ بجے تک حاضر ہوئے اور اپنے اپنے کام پر جمے رہے۔ جلسہ دیکھنے کی طرف نہیں دوڑے۔ خدا ان کو جزاء خیر بخشے۔ عورتوں کے لئے الگ مکان تھا۔ ان کی خوراک وغیرہ کا انتظام استانی سکینۃ النساء صاحبہ کے سپرد تھا ایک سو پانچ کے قریب مستورات ہوگئی تھیں۔

بعض غیر احمدی بھی ہمارے جلسہ کو میلہ سمجھ کر دو کانیں لے آئے تھے اور مچھلی کے کباب وغیرہ بیچتے رہے۔ اور نماز کے اوقات میں ان کی دو کانوں پر جمع رہنا بُرا معلوم ہوتا تھا۔ جلسہ پر کئی نئی کتابیں اور رسالے اور ٹریکٹ شائع ہوئے مجمع الاخوان کے ممبر بہت پُر جوش کام کرنے والے تھے۔ خدا سب کو جزاء خیر دے۔

(الحکم 7/14 جنوری 1913ء)

وقت کم

ارشاد عرشی ملک اسلام آباد
arshimalik50@hotmail.com

ہے عجب شانِ خُدا ،اُس کے لئے ہے وقت کم
جو ہے خالق وقت کا، اُس کے لئے ہے وقت کم

پاس ہے شہ رگ کے وہ لیکن ہم اس سے دُور ہیں
ہے عجب یہ فاصلہ، اُس کے لئے ہے وقت کم

زندگی اپنی گھڑی کے گرد ہے لپٹی ہوئی
کارِ دُنیا بڑھ گیا، اُ س کے لئے ہے وقت کم

درد کے لمحوں میں جو دیتا ہے ہم کو آسرا
چین و راحت جب ملا، اُس کے لئے ہے وقت کم

ذکر لوگوں کا بَلا، اس ذکر میں سوروگ ہیں
ذکر جس کا ہے شفا، اُس کے لئے ہے وقت کم

بے مزہ ہیں میل جول اور گفتگو بے ربط ہے
جو ہے منبع لطف کا، اُس کے لئے ہے وقت کم

وہ تو اک لذّت ہی لذّت ہے کوئی چکھے اگر
اِک انوکھا ذائقہ، اُس کے لئے ہے وقت کم

ذکرِ دُنیا کی طوالت ہجر کی شب سے سوا
مختصر حرفِ دُعا، اُس کے لئے ہے وقت کم

ہر بلاوے کے لئے فرصت میسر ہے ہمیں
آہ حیّ علی الصلاۃ ، اُس کے لئے ہے وقت کم

آخرت کی فکر نے جس دل میں ڈیرہ کر لیا
اس کی دنیا بے مزہ، اُس کے لئے ہے وقت کم

میرا سارا وقت ہے پیارے ترے ہی واسطے
کارِ دُنیا سے چھُڑا، اُس کے لئے ہے وقت کم

یاد تیری اوڑھ کر بیٹھوں کبھی لیٹوں کبھی
غیر سے ملنا سزا، اُس کے لئے ہے وقت کم

ذکرِ مولا جب چھِڑے' قابو میں ہم رہتے نہیں
دل کو رہتا ہے گلہ، اُس کے لئے ہے وقت کم

ہر گھڑی رہتا ہے اُس کے ذکر کا چاؤ جنہیں
اُن کا کہنا ہے بجا، اُس کے لئے ہے وقت کم

کیسے کُوزے میں سمیٹوں بحر کو حیران ہوں
کیا ہو عرضِ مدّعا، اُس کے لئے ہے وقت کم

چند لمحوں میں ہو کیا یارِ ازل کا تذکرہ
ہم کو ہے پاسِ حیا، اُس کے لئے ہے وقت کم

زندگی کیا چیز ہے عرشی فقط کچھ وقت ہے
وقت یہ جس نے دیا، اُس کے لئے ہے وقت کم

’’سانحہ ٹوپی‘‘ پر تبصرہ

ڈاکٹر پرویز پروازی

الٰہی جماعتوں پر ابتلا تو آتے رہتے ہیں مگر بہت کم لوگ ہیں جو ان ابتلاؤں میں سرخرو ہونے کی کہانی کہہ کر یا لکھ کر تاریخ کے لئے محفوظ کر دیتے ہیں۔ 1974ء میں حکومت وقت نے شر پسند ملاؤں کے تعاون سے ربوہ ریلوے سٹیشن پر پیش آنے والے ایک معمولی سے واقعہ کی آڑ لے کر جماعت کے خلاف منظّم قتل و غارت کی مہم شروع کی جس کے نتیجہ میں ’’فاسق و فاجر ارکان‘‘ پر مشتمل قومی اسمبلی نے جماعت احمدیہ کو نان مسلم قرار دے دیا۔ اس اسمبلی کے تمام ارکان اپنے سر پرستوں سمیت اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا نشانہ بن کر ملیا میٹ ہو چکے ہیں مگر جماعت احمدیہ دنیا میں پھیلتی پھولتی اور پھلتی جا رہی ہے۔ اس عظیم ابتلاء میں جماعت کے افراد اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس طرح ثابت قدم رہے۔ اس کی مثال یہ کتاب ہے جو ’’سانحہ ٹوپی‘‘ کے نام سے موسوم ہے۔ پاکستان کے صوبہ پختون خواہ کی ایک مشہور جماعت ٹوپی کی جماعت تھی۔ اس بہادر جماعت کو مٹا دینے کا عزم لے کر شر پسند ملا اپنے چیلے چانٹوں کے ساتھ ٹوپی کے مقام پر چڑھ دوڑے تھے کہ ہم احمدیوں کا مکمل استیصال کر کے دم لیں گے قلیل مگر مخلص افراد جماعت نے بے جگری اور مومنانہ حوصلہ کے ساتھ ان ہزاروں حملہ آوروں کا مقابلہ کیا۔ اس معرکہ ء خیر وشر میں سرخرو ہونے کی کہانی قبلہ صوبیدار عبد الغفور خاں صاحب نے تاریخ میں محفوظ کی ہے اور میرے عزیز دوست مولانا محمد اجمل شاہد سابق امیر و رئیس التبلیغ نائیجیریا نے اس کی ترتیب وتبویب کا کام سرانجام دیا ہے۔

قبلہ صوبیدار عبد الغفور خاں صاحب سے میرا پہلا رشتہ احمدیت کا ہے دوسرا رشتہ یہ ہے کہ آپ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے افسر حفاظت اور قادیان میں درویش رہے اور تیسرا رشتہ یہ ہے کہ ان کا صاحبزادہ عزیزم اعجاز احمد خاں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں میرا شاگرد رہا اور اب بھی اسی شاگردانہ محبت اور خلوص سے ملتا اور کالج کے تعلق کا اعادہ کرتا رہتا ہے۔ مولانا محمد اجمل شاہد سے ہمارا ربوہ کے ابتدائی زمانہ سے ہی قریبی تعلق ہے جس کی بنیادی وجہ ان کا مولوی ہونے کے باوجود صاحب ذوق ہونا ہے۔ مولانا اجمل کے قبلہ والد گرامی منشی سربلند خاں انجمن کے دفتروں میں ہمارے افسر تھے ان کے بڑے بھائی مولوی نور احمد ہمارے سینئیر رفیق تھے اور صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹروں میں رہتے تھے۔ یہ مولوی نور احمد صاحب ہی تھے جنہوں نے اپنے کوارٹر کے باہر ’’مشکوٰۃ النور‘‘ کی تختی لگا کر ایک نیا دبستان کھول دیا تھا بیت المعمور بیت المنصور بیت المشکور بیت المشہور وغیرہ اور جب اس قافیہ کے ناموں کا کال پڑ گیا تھا تو ہمارے بزرگ دوست قبلہ نذیر احمد صاحب فاروقی نے ایک دوست کو جو اپنے گھر کا ایسا ہی ہم قافیہ نام رکھنے پر اصرار کر رہے تھے مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے گھر کے باہر ’’فقدان الشعور‘‘ کی تختی لگا لیں۔

یاد بخیر مولانا محمد اجمل شاہد مشرقی پاکستان میں بھی مربی سلسلہ رہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے بارے میں وہ مشہور حوالہ جس کا حوالہ جماعت کے لٹریچر میں جا بجا اور تواتر سے دیا جا رہا ہے آپ ہی نے بنگال کے پرانے اخباروں سے کھود نکالا تھا۔ حضور کو اس لیکچر سے قبل الہام ہوا تھا کہ ’’مضمون بالا رہا‘‘ کلکتہ کے ایک اخبار نویس نے جو اس اجلاس میں شامل ہوئے تھے کلکتہ کے اخبار میں جا کر لکھا تھا کہ مرزا صاحب کا الہام لفظ بہ لفظ پورا ہوا اور واقعی مرزا صاحب کا مضمون بالا رہا۔ بہت کم لوگوں کو مولانا کے اس تحقیقی کارنامہ کا پتہ ہوگا اس لئے ہم تحدیث نعمت کے طور پر یہاں درج کر رہے ہیں کہ ہمارے اس عزیز دوست کو جماعت کے لٹریچر کا ایک اہم حوالہ تلاش کرنے کی سعادت بھی ملی ہے۔ نائیجیریا میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے زمانہ میں جو اہم اماراتی اور تبلیغی خدمات آپ نے سرانجام دیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان پر جس پسندیدگی اور تحسین کا اظہار فرمایا ان کی تفصیل الفضل کے صفحات میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ شکر ہے کہ مولانا نے اب پھر قرطاس وقلم سے اپنا رشتہ استوار کیا ہے اور حال ہی میں ان کی دو کتابیں چھپ کر آئی ہیں پہلی کتاب تاریخ احمدیت صوبہ سرحد تھی۔ خدا کرے مولانا اجمل صرف ہومیوپیتھی کے ہی ہو کر نہ رہ جائیں لکھنے پڑھنے کی طرف بھی متوجہ رہیں ہم اپنے پرانے اور عزیز دوست کو میدان قلم میں خوش آمدید کہتے ہیں اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما۔

’’سانحہ ٹوپی‘‘ کے عنوان کے نیچے درج ہے کہ ’’1974ء کے خون آشام اور ایمان افروز واقعات‘‘۔خوں آشام اس لئے کہ ایک گروہ کثیر نے پوری طرح مسلح ہو کر اور یہ جان کر کہ پولیس وغیرہ ان کی راہ میں حائل نہیں ہو گی قلیل اور بظاہر کمزور لوگوں پر حملہ کیا تھا ان کا خیال تھا کہ چند افراد ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے مگر قوت ایمان کے سامنے تو بڑی سے بڑی طاغوتی قوتیں بھی نہیں ٹھہر سکتیں یہ کہاں ٹھہرتے؟ ان قلیل افراد نے جن میں چند بڑوں کے علاوہ زیادہ تر بچے اور نوجوان شامل تھے بے جگری سے مقابلہ کیا اور حملہ آوروں کے چھکے چھڑا دیئے۔ جب ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو محفوظ مقام پر پہنچا لیا تو حکمت عملی سے یہ لوگ وہاں سے نکلے۔دشمن نے ان کے گھروں کو لوٹ لیا اور نذر آتش کر دیا۔ان کا ایک فرد شہید ہوا، اور دو زخمی تھے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے دشمن کے نرغے سے بچ کر نکل آئے اور بعد کو اپنے خاندان سے آملے۔

صوبیدار عبدالغفور خاں کا ایک داماد فیض محمد خاں بحالات ظاہرہ شہید سمجھا گیا۔اس کی بیوی امتہ القیوم نے جو مومنانہ استقامت کا نمونہ دکھایا وہ واقعی ایمان افروز ہے مگر اللہ تعالیٰ کو اس نوجوان لڑکی کا یہ جذبہء استقامت بہت پسند آیا اس نے بچی کے شوہر کو نامساعد حالات کے باوجود بچا لیا اور وہ اپنے بیوی بچوں سے زندہ سلامت آملا۔صوبیدار صاحب نے بڑی چابک دستی سے اس واقعہ کی اور بچی کی استقامت کا بیان لکھا ہے ’’ایک گواہ نے بیان کیا کہ دشمن نے اس کا سر کاٹ دیا تھا۔یہ سن کر اس کی بیوی نے بڑی ہمت سے بلند آواز سے کہا فکر نہ کرو فکر نہ کرو اس نے خدا کی راہ میں جان دی ہے وہ ضائع نہیں ہوں گے ہم صبر کریں گے‘‘ (صفحہ 69) ’’عزیزم فیض محمد خاں کو ہم نے بنگلہ میں ایسی حالت میں چھوڑا تھا کہ وہ زخموں کی وجہ سے بیہوش تھا اس کا ہمارے ساتھ نکلنا ناممکن تھا بعد کے شواہد بھی ایسے تھے کہ وہ زندہ نہیں۔۔۔مگر وہی فیض محمد خان ہم تک پہنچ گیا یہ احیاء موتی کا معجزہ تھا‘‘۔ (صفحہ 72)۔

غرض سانحہ ٹوپی ایسی کتاب ہے جو ہماری نوجوان نسل کو احمدیت کی صداقت، اس سے وابستہ رہنے کی برکات کا سبق دیتی ہے اور اس راہ میں پرانی نسل کو جو مشکلات پیش آئیں ان کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتی ہے۔ان بزرگوں نے جو تکلیفیں اٹھائیں اور اپنے ایمان کی کھیتی کو جس طرح اپنے خون سے سینچا نئی نسل ان کا پھل کھا رہی ہے اس لئے ضروری تھا کہ ان قربانیوں کا ذکر محفوظ کر دیا جائے۔صوبیدار عبدالغفور خاں اور مولانا محمد اجمل شاہد دونوں ہی اس مبارک کام کے لئے شکریہ کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس کار خیر کی جزائے جزیل عطا فرمائے۔آمین۔اس سانحہ کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنے ایک شعر میں یوں فرمایا تھا ؎

’’کہیں ہے ماجرائے گوجرانوالہ کی لہو پاشی
کہیں اک سانحہ ٹوپی کا سفاکانہ آتا ہے‘‘

نظم

خانم رفیعہ مجید، شکاگو ویسٹ

میں عرضِ سلام و دُعا چاہتی ہوں
مَیں دیدارِ ماہِ لقاء چاہتی ہوں

بصد ادب و عزت، بصد انکسار
تمنائے دل اک کہا چاہتی ہوں

یہ نورانی جلسے، یہ مسرور عرصے
بفضلِ خُدا میں بپا چاہتی ہوں

ہو برپا شکاگو میں بھی جشنِ نُوری
دُعا دردِ دل سے کِیا چاہتی ہوں

شکاگو میں بھی آئیں رحمت کی چھائیں
یہ منظر سجا دیکھنا چاہتی ہوں

سدا پھول و پھل لائے باغِ محمدؐ
یہی حق سے میں التجا چاہتی ہوں

درِ حق پہ رُوحِ عالم سجدہ گاہ ہو
یہ جذبہء دل میں سدا چاہتی ہوں

سدا دست بستہ ہوں حدِ ادب میں
ہر اِک سانس، دِیں سے وفا چاہتی ہوں

علامہ اقبال اور احمدیت

جمیل احمد بٹ

علامہ اقبال کے مداح اکثر اس سوال کا سامنا کرتے ہیں کہ کیا علامہ احمدی تھے یا کبھی احمدی رہے تھے؟ اس سوال کا کلیتاً مثبت یا منفی جواب حقیقت کو پورے طور پر ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ ایک طرف باوجود اس امر کے کہ علامہ کے استاد محترم ہمیشہ حضرت بانی سلسلہ کے معترف رہے۔ ان کے والد صاحب نے باقاعدہ حضرت بانی سلسلہ کی بیعت کی اور کئی سال احمدی رہے۔ بڑے بھائی پوری زندگی احمدی رہے۔ ان کے بچوں کے گارڈین اور بھتیجے احمدی تھے اور احمدی فوت ہوئے۔ اور باوجود خود بیعت کرنے کے، علامہ باقاعدہ احمدی نہ رہے۔

دوسری طرف باقاعدہ احمدی نہ رہنے کے باوجود علامہ نے چار دہائیوں تک جماعت احمدیہ کے ساتھ قریبی تعلق رکھا۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ہندی مسلمانوں میں سب سے بڑا دینی مفکر قرار دیا۔ احمدی جماعت کو اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ سمجھا۔ اپنے بیٹے کو تعلیم کے لئے کئی سال قادیان کے اسکول میں داخل رکھا۔ ذاتی مسئلہ پر شرعی راہنمائی کے لئے امام جماعت احمدیہ کی طرف رجوع کیا اور ان کے ارشاد پر عمل۔ جماعتی پروگراموں میں شریک ہو کر صدارت اور تقریریں کیں۔ جماعت کی تنظیم، اس کی مسلمانوں کی خدمت کی صلاحیت اور اشاعت اسلام کے جوش کا اعتراف کیا۔

مزید یہ کہ کئی بار احمدی علم کلام کو اپنی نظم و نثر میں اجاگر کیا۔ وفات مسیح کا اقرار کیا۔ امت میں نئے مسیحا کی ضرورت کو تسلیم کیا اور آنحضرت ﷺ کی بروزی بعثت کے امکان کا اعتراف۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

علامہ اقبال کے بزرگ

استادِ محترم

علامہ میر حسن صاحب (متوفی 1929) علامہ اقبال کے استاد تھے۔ اقبال نے ہمیشہ آپ سے محبت اور احترام کا تعلق رکھا۔ جب انگریز حکومت نے آپ کو 'سر' کا خطاب دینے کا فیصلہ کیا تو آپ نے اپنے ان استاد کے لئے بھی خطاب کا مطالبہ کیا۔ میر صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو آپ کے سیالکوٹ میں قیام کے دوران قریب سے دیکھا اور ہمیشہ آپ کے معترف رہے۔ حضرت مسیح موعود کی پاک زندگی کا ذکر کرتے ہوئے 1922ء میں آپ نے حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کے سامنے چشم پُر آب یہ اظہار کیا کہ:

'افسوس ہم نے اُن کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کر سکتا۔ ان کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو اللہ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں'

(اخبار الحکم قادیان 7اپریل 1934ء)

والد محترم

علامہ کے والد مکرم نور محمد صاحب نے 92-1891 میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی تھی۔ (سیرت المھدی، حصہ سوم ص249)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب 'تحفہ قیصریہ' مطبوعہ 1897ء میں ان احباب کی ایک فہرست شائع کی جو جلسہ ڈائمنڈ جوبلی قادیان میں شریک ہوئے یا جنہوں نے اس کے لئے چندہ دیا۔ اس فہرست میں 272 نمبر پر آپ کا نام یوں درج ہے: 'شیخ نور محمد صاحب کلاہ ساز سیالکوٹ چندہ ایک روپیہ'

کتاب 'اقبال اور قادیانی، مصنفہ نعیم آسی میں لکھا ہے:

'حضرت علامہ کے گردو پیش حتّٰی کے اُن کے والد شیخ نور محمد۔۔۔۔ مرزا غلام احمد سے متاثر تھے بلکہ شیخ نور محمد صاحب نے تو مرزا صاحب کی بیعت بھی کی ہوئی تھی'

تاہم آپ اس بیعت پر قائم نہ رہ سکے۔ 1902ء میں جب ان کی ایک غیر احمدی بیٹی کے انتقال پر سیالکوٹ جماعت جنازے میں شامل نہ ہوئی تو وہ حضرت مسیح

موعود کو یہ پیغام بھجوا کر جماعت سے الگ ہو گئے کہ 'میں عمر رسیدہ ہوں آپ کے ساتھ اس قدر تیز نہیں چل سکتا'

(مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد ص 185)

والدہ محترمہ

علامہ اقبال کی والدہ محترمہ اپنے شوہر کے ساتھ ابتدائی احمدی تھیں۔علامہ اقبال کے بھتیجے شیخ اعجاز احمد روایت کرتے ہیں:

۔'پوتے کی خواہش کے تحت اپنے بیٹے شیخ عطاء محمد صاحب سے حضرت مسیح موعودؑ کو دعا کے لئے خط لکھوایا (1899 میں جب پوتا پیدا ہوا تو اسی حوالے سے علامہ اقبال نے اُس کا نام اعجاز احمد رکھا)'۔

(مظلوم اقبال از شیخ اعجاز احمد ص 185)

۔اکتوبر 1904ء میں حضرت مسیح موعود سیالکوٹ تشریف لائے تو باوجود اپنے شوہر کے جماعت سے علیحدہ ہو جانے کے آپ دعا کی غرض سے اپنے اس پوتے کو لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔

۔انہیں ایک بار درد گردہ کی تکلیف ہوئی تو علاج کے لئے حضرت خلیفہ المسیح الاوّلؓ سے رجوع کیا گیا۔

۔حضرت خلیفہ اول کی اہلیہ ایک بار سیالکوٹ تشریف لائیں تو ان کے پاس ٹھہریں۔

بڑے بھائی

شیخ عطا محمد صاحب علامہ اقبال کے بڑے بھائی تھے۔ان سے علامہ کا غیر معمولی تعلق تھا۔جیسا کے لکھا ہے:

'اقبال نے اپنے بڑے بھائی کے لئے یوسف ثانی۔شمع محفل۔عشق اور اخوت۔قرار جان کے الفاظ استعمال فرمائے۔شیخ عطا محمد کی محبت نے من و تو کے دفتر جلا کر اقبال کی تربیت کی اور انہیں جوان کیا تھا'۔ (اقبال کی ابتدائی زندگی از ڈاکٹر سید محمود حسین۔بحوالہ اقبال اور احمدیت از شیخ عبدالماجد۔لاھور)

آپ ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ بلکہ اُن 313 رفقاء میں شامل تھے جن کے نام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب انجام آتھم میں درج فرمائے یہ اندراج اس طرح ہے۔ '224۔شیخ عطا محمد صاحب۔سیالکوٹ'۔ (روحانی خزائن۔جلد 11۔صفحہ 327)۔

اس کے علاوہ حضرت بانی سلسلہ نے اپنی کتاب سراجِ منیر میں مہمان خانہ کے چندہ دہندگان کی جو فہرست شائع فرمائی۔اس میں بھی آپ کا نام اس طرح درج ہے: 'بابو عطا محمد اوورسیر کمیٹی سیالکوٹ'۔

(روحانی خزائن جلد 12ص 87)

شیخ صاحب نے 1934ء میں جب خلافت ثانیہ کی بیعت کی تو حضرت صاحب کو ایک خط میں لکھا:

'کمترین حضرت مسیح موعودؑ کے ابتدائی زمانے کا بیعت شدہ ہے۔خدا کے فضل سے اور حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کی برکت سے بیعت پر ثابت قدم ہے بلکہ بعض نشانات نے میرے ایمان کو زیادہ محکم کر دیا ہے'۔

(اخبار الفضل۔قادیان۔10 اپریل 1934ء)

مولانا عبدالمجید سالک نے اپنی کتاب 'ذکر اقبال' میں لکھا ہے:

'شیخ عطا محمد نے 82 عمر پائی 1940 میں انتقال فرمایا۔۔۔شیخ صاحب احمدی عقائد رکھتے تھے'۔(ذکر اقبال ص 129)

آپ کے بیٹے شیخ اعجاز نے 1931 میں باقاعدہ بیعت کی۔اور احمدی ہونے کی حالت میں 2 جنوری 1994 کو وفات پائی اور کراچی کے احمدیہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔

خود علامہ اقبال

علامہ اقبال کے بزرگان کے احمدیت سے تعلق کے ان حقائق کے ساتھ خود علامہ کی زندگی میں بھی اس تعلق کے واقعات کم نہیں۔جیسا کے درج ذیل سے ظاہر ہے۔

1۔فروری 1892ء میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے سفر سیالکوٹ کے موقع پر جمع ہونے والے لوگوں کے اژدھام میں نوجوان اقبال بھی تھے۔ایک چشم دید راوی نے بیان کیا:

'اس موقع پر اقبال جو مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر چڑھے بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر کہنے لگے دیکھو شمع پر کس طرح پروانے گر رہے ہیں ۔'

(کتاب مجددِ اعظم جلد اول ص 333از ڈاکٹر بشارت احمد)

2۔ 1893 میں جب اقبال ابھی ایف اے کے طالب علم تھے۔انہوں نے 121 اشعار پر مشتمل ایک نظم لکھی۔اس نظم میں آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو 'آفتاب صدق' لکھا اور آپ کے ایک بد زبان مخالف مولوی سعد اللہ

لدھیانوی کو مخاطب کر کے کہا

واہ سعدی دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی
خوب ہو گی مہتروں میں قدردانی آپ کی
قوم عیسائی کے بھائی بن گئے پگڑی بدل
واہ کیا اسلام پر ہے مہربانی آپ کی

(آئینہ حق نما از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ 8-107)

3۔ مارچ 1897ء میں اقبال چند دوستوں کے ساتھ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زیارت کے لئے قادیان آئے اور اس موقع پر آپ کی بیعت کی۔ اس واقعہ کا ذکر ایک گواہ نے 1953ء کی تحقیقاتی عدالت کے روبرو بھی کیا۔ جس کی خبر اخبار میں یوں شائع ہوئی:

'Khawaja Nazir Ahmed also corrected his previous statement by stating that Allama Iqbal did not as previously stated by the witness, take the ba'et in 1893 or 1894 but in 1897 and that the witness had been reminded of this fact by Moulvi Ghulam Mohyuddin Qasuri'

(The Pakistan Times, Lahore , November 11, 1953)

ترجمہ: خواجہ نذیر احمد نے اپنے گزشتہ بیان میں تصحیح کرائی۔ اور کہا کہ ان کا پہلا بیان کہ علامہ اقبال نے 1893 یا 1894 میں بیعت کی، صحیح نہیں۔ بلکہ درست سال 1897ء ہے۔ نیز یہ کہ اس حقیقت کی طرف گواہ کو مولوی غلام محی الدین قصوری نے توجہ دلائی ہے۔

یہ خبر 15 نومبر 1953ء کے اخبار نوائے وقت لاہور میں بھی شائع ہوئی۔ واضح رہے کہ قصوری صاحب یہ تصحیح کرانے کی پوزیشن میں اس لئے تھے کہ وہ ان دوستوں میں شامل تھے جو علامہ اقبال کے ہمراہ قادیان گئے تھے۔ اور اس لئے کہ خود انہوں نے بھی اس موقع پر بیعت کی تھی۔

(واقعہ کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ کتاب لاہور۔ تاریخ احمدیت از شیخ عبدالقادر صاحب ص 206)

اقبالیات کے ایک ماہر نے لکھا:

'ایک روایت کے بموجب اقبال نے۔۔۔۔ مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی' (کتاب اقبال اور احمدیت مصنفہ بشیر احمد ڈار ص 23)

ایک اور ماہر لکھتے ہیں:

'اقبال 1911ء تک کٹر مرزائی اور مرزا صاحب کے مخلص متبع تھے کیونکہ اس وقت تک اقبال کو ٹھیٹھ اسلام کا نمونہ صرف قادیان دارالامان میں ہی نظر آتا تھا' (شرح جاوید نامہ، از پروفیسر یوسف سلیم چشتی ص 228)

4۔ ستمبر 1900ء میں علامہ اقبال نے اپنے ایک مضمون میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مقام کا ان الفاظ میں اظہار کیا:

'This doctrine in the recent part has been re-advocated by Mr. Ghulam Ahmed of Qadian, probably the profoundest theoligian among modern Indian Muhammadans.'

(Indian Antiquary, Sept, 1900)

ترجمہ: 'مرزا غلام احمد قادیانی موجودہ ہندی مسلمانوں میں غالباً سب سے بڑے دینی مفکر ہیں'

5۔ 1909ء میں علامہ نے بعض اہم علمی سوالات بغرض جواب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو قادیان لکھ کر بجھوائے۔ حضرت صاحب کے جواب اخبار الحکم قادیان میں 21 ستمبر 1909ء کو شائع ہوئے۔

6۔ 1910ء میں علامہ نے علی گڑھ میں اپنے مشہور انگریزی لیکچر میں درج ذیل اظہار کیا۔

'In the Punjab the essentialy Muslim type of character has been found a powerful expression in the so called Qadiani sect'

1911ء میں اس لیکچر کا اردو ترجمہ 'ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر' کے نام سے علامہ کی موجودگی میں مولوی ظفر علی خان نے پڑھ کر سنایا اور اس میں مندرجہ بالا جملہ کا یہ ترجمہ کیا:

'پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ جسے فرقہ قادیانی کہتے ہیں '

(بحوالہ کتاب زندہ رود ص 576 مصنفہ ڈاکٹر جاوید اقبال)

7۔ 1911ء میں علامہ نے اپنے بڑے بیٹے آفتاب اقبال کو تعلیم کے لئے تعلیم الاسلام اسکول قادیان بھجوایا۔ ندوہ، علی گڑھ اور دیوبند کو چھوڑ کر قادیان کا انتخاب قابل غور ہے۔ قادیان میں دوران تعلیم آفتاب اقبال کی ایک سرگرمی کا ذکر یوں ملتا ہے:

'ڈاکٹر محمد اقبال صاحب PhD مشہور شاعر کے نوجوان فرزند آفتاب اقبال نے (جو یہاں ہائی اسکول میں تعلیم پاتا ہے) حضرت مسیح موعود کی ایک نظم پڑھی۔ پھر اپنا مضمون سنایا'۔ (الفضل قادیان 31دسمبر 1914ء)

آفتاب اقبال زیادہ عرصہ قادیان میں نہ رہے جس پر اظہار افسوس کرتے ہوئے ایک دفعہ علامہ نے کہا:

'میں نے اسے قادیان بھیجا تھا تا دین سیکھ لے مگر وہ وہاں نہ رہا'۔ (اخبار الفضل 2اگست 1935ء)

8۔ 1912ء میں علامہ نے عربی ادب میں اعلیٰ ترین کتب کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے استصواب کیا اور حضرت صاحب نے مطلوبہ فہرست 2دسمبر 1912ء کو بھجوائی۔ (تاریخ احمدیت جلد 4 ص 465)

9۔ 23نومبر 1913ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک جلسہ ہوا۔ جس کی روئداد کے مطابق تلاوت کے بعد حضرت مسیح موعود کی نعتیہ نظمیں پڑھی گئیں۔ پھر ایک مقرر نے تقریباً ایک گھنٹہ صداقت حضرت مسیح موعود بیان کی۔ جس کے بعد ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے اشاعت اسلام پر تقریر کی۔

(اخبار پیغام صلح لاہور 23نومبر 1913ء)

10۔ 1913ء میں علامہ نے ایک نجی مسئلہ پر شرعی فتویٰ کے لئے اپنے ایک دوست کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں قادیان بھیجا۔ علامہ کے صاحبزادے ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی کتاب زندہ رود میں محمد عبداللہ چغتائی کی کتاب 'روایات اقبال' کے حوالہ سے لکھا ہے:

'1913ء میں اقبال کو ایک معاملہ (یعنی اقبال کے سردار بیگم صاحبہ سے نکاح) میں شرعی فتویٰ کی ضرورت پڑی۔۔۔۔ اقبال نے مرزا جلال الدین کو مولانا حکیم نورالدین کے پاس قادیان بھیجا کہ مسئلہ پوچھ آؤ'۔ (زندہ رود ص 576)

11۔ 3 مارچ 1927ء کو لاہور میں حضرت امام جماعت احمدیہ نے مذہب اور سائنس کے موضوع پر ڈھائی گھنٹہ خطاب فرمایا۔ اس جلسہ کی صدارت کے فرائض علامہ اقبال نے ادا کئے اور اپنے صدارتی خطاب میں کہا:

'ایسی پر از معلومات تقریر بہت عرصہ کے بعد لاہور میں سننے میں آئی اور خاص کر جو قرآن شریف کی آیات سے مرزا صاحب نے استنباط کیا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے'۔ (اخبار الفضل 15مارچ 1927)

12۔ اکتوبر 1927ء میں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں ایک اور جلسہ میں علامہ اقبال کی شرکت اور تقریر کا حال اخبار پیغام صلح 4جنوری 1928ء میں مذکور ہے۔

13۔ 1929ء میں اخبار الفضل قادیان کے 'خاتم النبیین نمبر' کے لئے علامہ نے اپنا فارسی نعتیہ کلام اشاعت کے لئے بھجوایا۔ یہ نمبر 31 مئی 1929ء کو شائع ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر 6ص 156)

14۔ 5ستمبر 1930ء کو علامہ اقبال نے حضرت امام جماعت احمدیہ کو ایک خط میں لکھا:

'چونکہ آپ کی جماعت منظم ہے اور نیز بہت سے مستعد آدمی اس جماعت میں موجود ہیں اس واسطے آپ بہت مفید کام مسلمانوں کے لئے سرانجام دے سکیں گے'۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر 6 ص 465)

15۔ 1931ء میں علامہ اقبال جماعت احمدیہ کی مسجد فضل لندن میں آئے اور نو مسلم احمدی بچوں سے خطاب کیا۔ تقریر میں آپ نے کہا:

'آپ اپنی قلت تعداد سے دل شکستہ نہ ہوں۔ دنیائے اسلام کے چالیس کروڑ فرزندان توحید آپ کے بھائی ہیں۔ آپ کے ہم قدم اور آپ کے ساتھی ہیں'

(روزنامہ انقلاب لاہور 29اکتوبر 1931)

16۔ 7اپریل 1932 کو علامہ اقبال نے ایک خط میں لکھا:

'اشاعت اسلام کا جوش جوان (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابل قدر ہے'۔ (مکاتیب اقبال حصہ دوم ص 232)

17۔ یکم مارچ 1933ء کو لاہور کے ایک ہندو رئیس کے بیٹے کنہیا لال گابا نے مع اپنی اہلیہ مولانا محمد علی صاحب (امیر جماعت احمدیہ لاہور شاخ) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ تقریب میں دیگر غیر احمدی عمائدین کے ساتھ علامہ اقبال نے بھی شرکت کی اور خود علامہ نے جناب کے ایل گابا کا اسلامی نام خالد لطیف گابا تجویز کیا۔ (مجاہد کبیر ص 190)

18۔ 1931ء تا 1933ء کے دوران علامہ اقبال آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی سرکردگی میں ایک ممبر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

19۔ 1935ء میں علامہ نے قانونی طور پر اپنے کم سن بچوں جاوید اقبال اور منیرہ کی سرپرستی کے لئے اپنے بھتیجے شیخ اعجاز احمد کو گارڈین مقرر کیا۔ شیخ اعجاز احمد ایک احمدی باپ کے بیٹے تھے اور خود 1934ء میں باقاعدہ بیعت کر کے احمدی ہو چکے تھے۔ اور شائد اسی سبب اقبال کی آخیر تک ان کے بارے میں یہی رائے رہی کہ

شیخ اعجاز میرا بھتیجا ہے نہایت صالح آدمی ہے'۔

(خط مورخہ 10جون 1937بنام سر راس مسعود بحوالہ اقبال نامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ صفحہ 386 مطبوعہ 1945)

یہی تاثر اپنے بچوں کے لئے علامہ کی منتخب کردہ جرمن خاتون ڈورس احمد کا تھا۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا:

''شیخ اعجاز، شیخ عطا محمد کے بڑے صاحبزادے تھے۔وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ایسا لگتا تھا جیسے ڈاکٹر صاحب ان کے بارے میں نہایت اعلیٰ رائے رکھتے تھے۔ کیونکہ اپنے بچوں کا گارڈین مقرر کرنے کے سلسلہ میں علامہ نے ان کو ان کے والد پر ترجیح دی تھی''(Iqbal - As I know him - page 43)

20۔علامہ اقبال کے صاحبزادے بحیثیت مجموعی جماعت کے ساتھ ان کے تعلق کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

'1935ء سے قبل اقبال احمدیوں کوقطع نظر ان کے عقائد مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھتے تھے'۔ (زندہ رود ص 578 از جسٹس جاوید اقبال)

مذکورہ بالا 20 واقعات 43 سالوں پر محیط ہیں اور اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ اس سارے عرصہ میں علامہ جماعت سے ایک گونہ محبت کا تعلق رکھتے تھے ۔ تاہم ان کے برخلاف زندگی کے آخری سالوں یعنی 1935 تا 1938 میں علامہ جماعت کے مخالف رہے ۔اس مخالفت کا آغاز مئی 1935 میں ہوا جس کی وجہ ایک ممتاز صحافی کے نزدیک یوں تھی:

''علامہ اقبال کی فرقہ قادیانی کے سربراہ سے اختلاف کی بنیاد مذہبی نہیں تھی ---انہوں نے ختم نبوت کے مسئلے کو مسلمانوں کی زندگی اور موت کا مسئلہ ---(اس وقت بنایا) جب ظفر اللہ خان کی سر فضل حسین کی جگہ وائسرائے کی ایگزیکٹیو کونسل کا رکن بننے کی افواہوں اور خبروں پر چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں''

(پاکستان کی سیاسی تاریخ نمبر 5 از زاھد چوھدری ص 271)

ایک اور اخبار نے علامہ سے یہ سوال بھی کیا کہ:

'میں علامہ ممدوح سے استصواب کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ کیوں چوہدری ظفر اللہ خان کے تقرر کے بعد ان کی محبت ختم رسل (فداہ ابی وامی) میں جوش آیا اور کیوں اس سے پہلے وہ میدان میں نہ اترے'۔

(اخبار سیاست مئی 1935ء زیر ادارت سیّد حبیب)

علامہ اقبال کے اظہار پر احمدی علم کلام کی چھاپ

قلم کے ذریعہ غلبہء اسلام

'اسلام غالب ہو کر رہے گا---ایک وقت تلوار کا تھا آج قلم کا زمانہ ہے'

(تقریر علامہ اقبال مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور 4جنوری 1928ء ص 6)

مسئلہ جہاد

'قرآن کی تعلیم کی رو سے جہاد یا جنگ کی صرف دو صورتیں ہیں، محافظانہ اور مصلحانہ۔پہلی صورت میں یعنی اس صورت میں جبکہ مسلمانوں پر ظلم کیا جائے اور اُن کو گھروں سے نکالا جائے مسلمانوں کو تلوار اٹھانے کی اجازت ہے دوسری صورت جس میں جہاد کا حکم ہے 9:49 میں بیان ہوئی ہے---جنگ کی مذکورہ بالا دو صورتوں کے سوائے میں کسی اور جنگ کو نہیں جانتا'۔(مکاتیب اقبال حصہ اوّل ص 201)

جبراً اشاعت اسلام حرام ہے

'جوع الارض کی تسکین کے لئے جنگ کرنا دین اسلام میں حرام ہے، علیٰ ھٰذ القیاس دین کی اشاعت کے لئے تلوار اٹھانا بھی حرام ہے'

(مکاتیب اقبال حصہ اول ص 203)

کشمیریوں کا بنی اسرائیل میں سے ہونا

'اقبال کشمیریوں کو یہودی تصور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے عادات وخصائل اور شکل وشمائل افغانوں سے ملتے ہیں جو بنی اسرائیل ہیں'

(حیات اقبال کی گمشدہ کڑیاں، مصنفہ محمد عبداللہ قریشی)

وفات مسیح

i۔فروری 1905ء میں رسالہ مخزن میں علامہ کی ایک نظم بعنوان 'ایک ہندوستانی لڑکے کا گیت' شائع ہوئی۔آخری بند کا ایک شعر تھا

گوتم کا جو وطن ہے جاپان کا حرم ہے   عیسیٰ کے عاشقوں کا چھوٹا یروشلم ہے

حاشیہ میں اقبال نے لکھا:

'بعض کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام بھی کشمیر میں مدفون ہیں'

ii۔'سرسیّد کی وفات کی خبر سن کر علامہ نے آیت شریفہ یا عیسیٰ انّی متوفیک------سے ان کی تاریخ وفات نکالی'

(ذکر اقبال از مولانا عبدالمجید سالک ص 19)

(جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ یہ آیت حضرت بانی جماعت نے مسئلہ وفات مسیح کی ایک بنیادی دلیل کے طور پر پیش فرمائی ہے)

ختم نبوت

i۔'کاش کہ مولانا نظامی کی دعا اس زمانے میں مقبول ہو اور رسول اللہ پھر تشریف لائیں اور ہندی مسلمانوں پر اپنا دین بے نقاب کریں'

(مکاتیب اقبال حصہ اول ص 41 مکتوب 19 جون 1916ء)

ii۔'حال کے ہیئت دان کہتے ہیں کہ بعض سیاروں میں انسان یا انسانوں سے اعلیٰ تر مخلوق کی آبادی ممکن ہے اگر ایسا ہو تو رحمۃ للعالمین کا ظہور وہاں بھی ضروری ہے۔ اس صورت میں کم از کم محمدیت کے لئے ۔۔۔ بروز لازم آتا ہے'۔

(مکاتیب اقبال نمبر ا ص 117)

iii۔'تاریکی کا انجام سفید ہے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ جلد اپنا فضل کرے اور بنی نوع انسان کو پھر ایک دفعہ نور محمدی عطا کرے۔ بغیر کسی بڑی شخصیت کے اس بدنصیب دنیا کی نجات نظر نہیں آتی'۔

(علامہ کا اپنے والد محترم کے نام مکتوب محررّہ 3 جون 1920ء بحوالہ مظلوم اقبال ص 292)

iv۔ایک مغربی دانشور پروفیسر میکنزی نے اپنی کتاب 'انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی' کے آخری دو پیراگرافس میں درج ذیل خیالات کا اظہار کیا:

' کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی کمال پر نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لئے محض عرفان اور حقیقت آگہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے ۔۔۔ہمیں معلم بھی چاہئیں اور پیغمبر بھی غالباً ہمیں ایک نئے مسیح (A New Christ) کی ضرورت ہے'

علامہ اقبال نے ڈاکٹر نکلسن کے نام اپنے خط محررّہ 24 جنوری 1921ء میں مذکورہ بالا تحریر لفظ بہ لفظ نقل کر کے لکھا:

'How very true the last two paragraphs of Prof. Mackanzi'

کہ پروفیسر میکنزی کے یہ آخری دو پیرہ گراف کس قدر صحیح ہیں۔

v۔اقبال کے دو شعر اور ان کی تشریح

عبد دیگر، عبدہ، چیزے دگر — ما سراپا انتظار اُورا منتظر
اوکلیم و او مسیح و او خلیل — او محمد او کتاب او جبرائیل

(جاوید نامہ ص 150)

'یعنی عبدہ، یا مرد حق جس کے لئے میں سراپا انتظار ہوں آسمان سے اترتا ہے (یا اترے گا)۔ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے کسی نیک بندے کو جس میں سرکارِ کائنات ﷺ کی صفات ظلی طور پر منعکس ہوتی ہیں مامور فرما دیتا ہے'۔ (شرح جاوید نامہ از پروفیسر یوسف سلیم چشتی)

vi۔اقبال نے اپنے ایک اور شعر میں شان جمالی کی اصطلاح استعمال کی اور اس کا ظہور ہونا باقی بتایا

ہو چکا گو قوم کی شان جلالی کا ظہور
ہے مگر باقی ابھی شان جمالی کا ظہور

نظم

خواجہ عبدالمومن، ناروے

نوٹ: لاہور میں احمدیہ قبرستان کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی اور کتبوں کو مسمار کیا گیا، اس انتہائی افسوسناک واقعہ پر چند اشعار تحریر کئے ہیں۔

جس نے بھی وہاں کتبوں کو مسمار کیا ہے
وحشی وہ درندہ ہے مگر انسان نہیں ہے

جو چاہو کرو ملک میں اندھیر مچاؤ
اب ملک میں کوئی بھی چالان نہیں ہے

ہر ایک ہے کرسی کا طلبگار وہاں پر
اب ملک بچانے کا کوئی دھیان نہیں ہے

یہ پاک وطن خون سے رنگین ہوا ہے
اب امن کا اس دیس میں سامان نہیں ہے

کلمے کو مٹاتے ہیں جو پاک وطن میں
کوئی بھی بڑا ان سے شیطان نہیں ہے

مولا ہی سزا دے گا ان لوگوں کو اک دن
ان لوگو ں کو ربّ پر کوئی ایقان نہیں ہے

مومن کا توکل ہے سدا اپنے خدا پر
مولا کے سوا کوئی بھی رحمان نہیں ہے

سردار گل زمان خان مرحوم

مسز سردار صفیہ بیگم رعنا

اے جانے والو! اللہ کی رضا یہی ہے۔ٹلتی نہیں یہ بات خدائی یہی تو ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اوہائیو کے شہر کولمبس میں اٹھارہ جون 2012ء میں تشریف لائے اوران سے ہماری ملاقات 19 جون کو دس بجے ہونی تھی۔بڑی خوشی سے ہم سب حضور کی ملاقات کے لئے تیار تھے کہ 18 جون صبح گیارہ بجے میرے شوہر سردار گل زمان کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی اور انہیں ہاسپٹل ایمرجینسی میں لے جایا گیااور I.C.U میں رکھا گیا۔وہاں انہیں آکسیجن اورمتعدد ٹیوبیں وغیرہ بغرض علاج لگائی گئیں مگر کچھ کام نہ آیا اور میرے شوہر سردار گل زمان خان صاحب اٹھارہ اور اُنیس کی درمیانی شب ساڑھے تین بجے اپنے مولیٰ سے جاملے، آخری دم تک ان کے ہونٹوں پر کلمہ تھااور یا اللہ یا اللہ کے الفاظ کہتے ہوئے اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رٰجِعُوْن۔

اُنکی پیدائش سات اپریل 1926ء میں داتہ نام گاؤں ضلع ہزارہ صوبہ سرحد میں ایک متمول زمیندار گھرانے میں ہوئی اوربچپن کا زیادہ عرصہ اپنے نانا حاجی احمد جی جوکہ حضرت مسیح موعودؑ کے اوّلین صحابیوں میں سے تھے' کے ساتھ گزرا اوران کے زیر سایہ پرورش ہوئی۔اور اُنہیں گاؤں کے سکول میں داخل کیا۔جوکہ پانچویں جماعت تک تھا۔جب امتحان ہواتو سارے صوبہ میں سکول میں فرسٹ آئے اور خاص سکالرشپ لیا۔اور پھر وہاں سے مانسہرہ ہائی سکول میں داخلہ لیا۔وہاں آٹھویں جماعت میں بھی سکالرشپ لیا۔اور پھر میٹرک میں بھی صوبہ بھر میں سب سے زیادہ نمبر لے کر سکالر شپ کے ساتھ نمایاں کامیابی حاصل کی۔پشاور یونیورسٹی اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا۔بہت ذہین اور قابل تھے۔یہ دو بھائی تھے، بڑے بھائی زمینداری میں باپ کے ساتھ نگرانی کا کام سرانجام دیتے تھے۔اور ان کو تعلیم کے میدان میں جانے کا شوق تھا۔آپ بارہ سال کے تھے کہ آپکی والدہ صاحبہ کا سایہءشفقت سر سے اٹھ گیا۔جب اسلامیہ کالج پشاور میں داخل ہوئے تو وہاں بھی نمایاں کامیابی سے بی۔ایس۔سی کیا۔اسی دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کشمیر میں کرنل حیات کی کمانڈ میں فرقان فورس میں جانے کا حکم دیا اور کالجوں سے نوجوانوں کو چُنا۔اُس میں حضورؓ کے حکم پر اُنہوں نے لبیک کہا اور فرقان فورس میں شامل ہوگئے۔اور بڑی بہادری سے انڈیا کی سائیڈ پر رات کو جاتے۔اور بہت سی معلومات لاتے۔اسی طرح حضور کے حکم کے مطابق کچھ عرصہ کے بعد فرقان فورس سے واپس آگئے۔

پھر اسلامیہ کالج واپس چلے گئے ۔B.SC پاس کر کے، ریڈیو پاکستان براڈ کاسٹنگ میں انجینئرنگ کی سروس کرلی۔30 ستمبر 1951ء میں 25 سال کی عمر میں اُن کی شادی اُنکی خالہ زاد یعنی خاکسار سے ہوئی۔اسکے بعد انکی ٹرانسفر راولپنڈی ہوگئی۔شادی کے دو سال بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ابھی ہمارا بیٹا ایک سال کا تھا کہ دوبارہ کراچی تبادلہ ہوگیااور تین سال کے بعد واپس راولپنڈی ٹرانسفر ہوکر آگئے۔اس سارے عرصہ میں میرے شوہر نے نائیٹ کالج میں پڑھ کر وکالت کا امتحان دے کر درجہ اول میں پاس کرلیا۔بعد ازاں ان کی قابلیت کیوجہ سے انہیں ہائی پاور ٹرانسمیٹر میں ریذیڈنٹ انجینئر کی پوسٹ پر تعینات کردیا گیا۔بہترین کارکردگی کی وجہ سے انہیں تین ماہ کے کورس کیلئے راولپنڈی بھیجا گیا۔اس کے بعد انہیں چار ہائی پاور ٹرانسمیٹر پر جوکہ چار بلڈنگوں پر مشتمل تھا، انجینئر مینیجر کا عہدہ دیا گیا۔جہاں سے ترقی پاکر کچھ ہی عرصہ بعد آپ کنٹرولر کے عہدے پر فائز ہوگئے اور اسی عہدے پر رہتے ہوئے ریٹائرمنٹ لی۔یہ سب کامیابیاں اور ترقیاں محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور ان کی قابلیت کی وجہ سے ملتی رہیں۔اور اللہ تعالیٰ انہیں انکی ایمانداری کی وجہ سے ترقیات سے نوازتا رہا، الحمدللہ۔اسی دوران ہم نے اسلام آباد میں V.I.P سیکٹر میں گھر بنوایا۔ہمیں اللہ تعالیٰ نے دو اور بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم نے اپنے پانچوں بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی، دینی بھی اور دنیوی بھی۔جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ 1984ء میں ہجرت کرکے لنڈن تشریف لائے تو اُسی سال سردار خان صاحب اور ہمارا منجھلا بیٹا 12 نومبر 1984ء کو

امریکہ آ گئے۔ یہاں کچھ عرصہ بعد انہیں گرین کارڈ مل گیا۔ اور باپ بیٹے نے مل کر بزنس شروع کر دیا۔ خدا کے فضل سے بزنس اچھا چلنے لگا۔ Sacramento جماعت کے آپ بارہ سال صدر رہے اور سلسلہ کی خدمت کی توفیق ملی، الحمد للہ۔ پھر آپ نے سب بچوں کو بھی بلا لیا۔ اپنے پیچھے آپ نے خاکسار کے علاوہ چار بچے یادگار چھوڑے تھے۔ ہمارا سب سے بڑا بیٹا، سردار اسد الزمان جو کہ الیکٹریکل اور کمیونیکیشن انجینئر تھا، اب اس دُنیا میں نہیں ہے۔ دوسرا بیٹا سردار امجد زمان ہے جو بزنس کر رہا ہے اور دو بیٹیاں ہیں، فوزیہ اور فرح۔ سب سے چھوٹا بیٹا سردار عاصم زمان ہے جو ڈاکٹر ہے۔ سردار زمان خان صاحب مرحوم کے لواحقین میں اُنکی رفیقہء حیات اور بچوں کے علاوہ چار پوتے، تین نواسے، چار پوتیاں، دو نواسیاں اور ایک پڑپوتا شامل ہیں۔ ان کا اس جہان سے دوسرے جہان میں کوچ کرنا گویا پھولوں کی وادی سے جنت کی وادی میں منتقل ہونا ہے جو کہ حقیقی جائے رہائش ہے۔ ہم سب اللہ تعالیٰ کے رضا پر راضی ہیں۔ ڈاکٹر سردار عاصم زمان کو باپ کی خدمت کی بہت توفیق ملی اور ہم سب نے ان کی صحت مند زندگی کیلئے بہت دعائیں کیں مگر وہ اپنی آخری علالت سے صحتیاب نہ ہو سکے۔

آپکی زندگی کے کچھ حالات مندرجہ بالا ہیں اور کچھ ذیل میں درج کرتی ہوں۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ وہ ایک گاؤں سے پشاور آئے، وہاں سے اسلام آباد آئے وہاں V.I.P سیکٹر میں گھر بنایا، بچوں کو پروان چڑھایا اور اچھی تعلیم و تربیت دی، پھر امریکہ جیسے بڑے ترقی یافتہ ملک میں آئے جو انہیں بہت پسند آیا اور یہاں بچوں کے ساتھ زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا۔ آپ چونکہ بہت ذہین اور قابل تھے اس لئے آپ میں آگے بڑھنے کی بہت لگن تھی مگر جوان سالہ بیٹے کی موت کی وجہ سے دماغی حالت پر بہت برا اثر پڑا۔ کہتے تھے کہ میں ماضی کی چھاؤں کو ڈھونڈتا ہوں۔ آج کا زمانہ یاد نہیں رہتا۔ میں آگے بڑھنا چاہتا تھا مگر حال کا کچھ پتہ نہیں۔ بھولا بھٹکا مسافر ہوں میں یا الٰہی کہاں ہے میری منزل۔ کہاں جاؤں کدھر ہے میری منزل۔ میں آگے بڑھنے والا شخص تھا۔ مگر پیچھے لوٹ آیا ہوں۔ دو قدم حال میں بڑھ کر ماضی میں واپس لوٹ آتا ہوں۔ ماضی کے اپنے بیگانے جو دنیا میں نہیں ہیں وہ مجھے یاد ہیں۔ حال کا کچھ یاد نہیں رہتا۔ سب کہتے ہیں اسد آپ کا بڑا بیٹا دنیا سے چلا گیا۔ میں دنیا میں کیوں بیٹھا ہوں۔ نہیں نہیں وہ مجھے سامنے کھڑا نظر آتا ہے۔ آپ کو کیوں نظر نہیں آتا۔ پھر آوازیں دیتے تھے۔ ہم لاکھ سمجھاتے تھے مگر انہیں یقین نہیں آتا تھا۔ تو اس جانکاہ صدمے نے دماغ کو ماؤف کر دیا۔ اسی کشمکش کی حالت میں کچھ عرصہ رہ کر آخر مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انہوں نے چھیاسی سال عمر پائی۔ پیدائش 7 اپریل 1926ء تھی اور 19 جون 2012ء کو وفات پائی۔ 21 جون 2012ء کو میموریل گارڈن قبرستان میں احمدیہ احاطہ، ڈیٹرائٹ میں ان کی تدفین عمل میں آئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند فرمائے یا ربّ العالمین۔ بہت پیار کرنے والے شوہر اور محبت کرنے والے باپ تھے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند اور تہجد گزار تھے۔ رمضان میں عبادت کا خاص اہتمام کرتے تھے، بہت خوشی محسوس کرتے تھے اور بیشتر اوقات ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ خوشدلی سے مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے تھے۔ محتاجوں پر بے حد مہربان تھے۔

سوچا نہ تھا کہ یوں چلے جائیں گے آپ
وعدہ تو یہ تھا کہ اس عمر میں اکیلے نہ چھوڑیں گے آپ
بیٹے کا غم تھوڑا نہ تھا۔ کہ یوں داغِ مفارقت دے گئے آپ
وقت گزرتے گزر ہی جائے گا، مگر پھر ملیں گے نہ آپ
یہ قانونِ قدرت ہے کوئی چلا گیا، کوئی جائے گا جیسے چلے گئے آپ
یہ ممکن نہیں کہ اس دنیائے فانی میں پھر ملیں گے آپ
کیا پتہ تھا کہ دیارِ غیر میں یوں گہری نیند سو جائیں گے آپ
بلانے پر نہ بولیں گے جگانے پر نہ جاگیں گے آپ
فلک سے بارش کی بُوندیں برسیں جب لحد میں اُتارے گئے آپ
جنت کی ٹھنڈی ہوائیں روح کو لے گئیں، جنت میں چلے جائیں گے آپ
ارادہ تھا پاکستان میرے ساتھ جائیں گے آپ
پتہ نہ تھا میرا ساتھ ہمیشہ کے لئے چھوڑ جائیں گے آپ

وکالت کرنے کے بعد انہوں نے مولانا راجیکی صاحب سے دعا کروائی کہ میں پریکٹس کروں یا ملازمت جاری رکھوں تو اُنہوں نے فرمایا یہ ملازمت جاری رکھیں اس میں ترقی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے بہت ترقی دی۔ 1982ء میں جب ریٹائرمنٹ ملی تو سارا اسٹاف اداس تھا اور آخری دن الوداعی پارٹی پر سب کہہ رہے تھے کہ آج ہمارا مہربان ساتھی ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ سب لوگوں سے بہت مہربانی کا سلوک کرتے تھے۔ آخر 1984ء میں امریکہ آ گئے اور سلسلہ کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ پاکستان آتے جاتے رہتے تھے۔ آخر کار اس سرزمین میں ابدی نیند سو گئے۔

خان صاحب مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خاندان سے اور سلسلہ سے بہت محبت اور عقیدت رکھنے والے تھے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ خاکسار سے 60 سال کی رفاقت کی یادیں ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

☆......☆......☆

تعلیم الاسلام پرائمری سکول قادیان سے تعلیم الاسلام کالج ربوہ تک سفر

محمد شریف خان، فلاڈلفیا

والد مرحوم ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب تنزانیہ افریقہ، میں ڈیوٹی پر تھے۔ مجھے 1946 میں تعلیم الاسلام پرائمری سکول قادیان میں پہلی جماعت میں داخل کرا دیا گیا۔ سالانہ امتحان ہوئے، قاعدہ یسرنا القرآن زبان کی تکلیف کے باعث اچھی طرح سنا نہ سکا، جبکہ دوسرے مضامین میں پاس تھا، فیل کر دیا گیا! امتحانات کے بعد موسم گرما کی چھٹیوں کے دوران partition ہوگئی۔

پاکستان کے لئے ہجرت

قادیان میں دن بدن غیر مانوس چہروں کی آمد شروع ہوگئی تھی۔ سڑکوں پر لوگ اور سامان تانگوں، گڈوں پر لدے آرہے تھے۔ قادیان کے پرسکون ماحول میں ایک غیر مانوس سی بے چینی سرایت کر رہی تھی۔ محلے کی مسجد میں غیر مانوس لوگوں نے بستر لگا لئے تھے۔ ہم بچوں کا باہر نکلنا منع ہوگیا تھا۔ بھائی جان حفیظ امرتسر میڈیکل سکول سے کئی دن سے آئے ہوئے تھے۔ سرِ شام محلے کے لوگ گھروں میں بند ہو جاتے۔ رستے بستے شہروں کی مخصوص ہلکی سی زندگی کی بھنبھناہٹ سرِ شام ماند پڑنے لگی تھی۔ ایک ان جانا خوف و ہراس دارالامان پر اپنا مکروہ سایہ تانتے جا رہا تھا۔ ناگہاں، کبھی کبھی شام کو گولیوں کے چلنے کی آوازیں بھی آنے لگی تھیں۔

گھر کے بڑے سارا دن بیٹھے پاکستان جانے کے ذرائع سوچتے رہتے۔ ضعیف والدہ کی بات تھی کہ وہ کیسے، اگر پیدل قافلے کے ساتھ جانا پڑا، اتنا لمبا سفر کر سکیں گی۔ گھر کے سٹور میں بچوں کی ایک بڑی سی pram پڑی تھی۔ اسے نکال کر صاف کیا گیا، جوڑوں میں تیل دیا گیا، منصوبہ یہ تھا کہ اس میں رضائیاں وغیرہ بچھا دی جائیں گی اور والدہ کو بٹھا کر سفر طے کیا جائے گا۔ جب یہ سب کچھ ہو گیا، مجھے ٹسٹنگ کے لئے اس پر بٹھایا گیا تو پتہ چلا یہ بیکار کی کوشش تھی۔ ہم سب پریشان دعائیں کر رہے تھے۔ اباجی افریقہ میں الگ پریشان تھے۔

بھائی جان منیر ڈیوٹی دینے جاتے اور شام کو خبریں لاتے۔ بسوں کے ایک دو قافلے جا بھی چکے تھے، ایک صبح ہم بھی تیار ہو کر پہنچے۔ بسیں کھچا کھچ، بھری ہوئی تھیں نفسا نفسی کے عالم میں روانہ ہوئیں۔ ظاہر ہے، ہم نو افراد کو کہاں جگہ ملتی! اسی مایوسی میں آخر بڑوں نے سوچا پتہ نہیں ہمارا کیا بنتا ہے کم از کم کوئی ایک تو ہم سے بچ جائے، قُرعہ میرے نام پڑا، میرے دو تین جوڑے، کچھ روٹیاں ایک بچکی میں باندھ دی گئیں۔ کچھ نقدی میری قمیص میں سی دی گئی، اور کچھ میری جیب میں۔ لاہور میں بھائی نور احمد کے گھر کا پتہ: بیرون موچی گیٹ، برکت علی روڈ، 5 قمر منزل، لاہور، لکھ کر میری جیب میں اور بچکی میں خط کے ساتھ رکھ دیا گیا۔ مجھے ہر ایک نے آنسو بھری آنکھوں سے سسکیاں لیتے اور دعائیں کرتے ہوئے بھائی منیر کے ساتھ روانہ کیا۔ جب ہم تعلیم الاسلام کالج کی گراؤنڈ میں پہنچے، کھچا کھچ بھری چار پانچ بسوں کے گرد ایک اژدہام تھا، ایک طرح کی چیخ و پکار تھی۔ بھائی منیر نے مجھے بازوؤں میں اٹھا لیا، اور ایک بس کی کھلی کھڑکی سے اندر دھکیلنے کی کوشش کی، گھبراہٹ سے میں نے رونا شروع کر دیا، دو دفعہ کی کوشش رائیگاں گئی۔ بسیں چلی گئیں اور ہم مایوسی کے عالم میں گھر واپس آگئے۔

سخت مایوسی تھی، طرح طرح کے منصوبے بنتے اور ٹوٹتے۔ ایک شام جب دروازہ بند کئے مایوسی میں بیٹھے ہوئے تھے، دروازہ کھٹکا، سب ڈر گئے۔ پاس جا کر پوچھا: کون ہے؟ باہر سے خالہ زاد بھائی نور احمد کی آواز تھی: میں نور احمد۔ دروازہ کھولا، سب سے گلے ملے۔ انہوں نے بتایا وہ ایک فوجی ٹرک لے کے ہمیں لینے آئے ہیں، اور صبح سے ہمارے گھر کا پتہ کرتے کرتے اب ہم تک پہنچے ہیں۔ ہم سب نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا، کیسے نا امیدی میں امید پیدا کر دی، الحمدللہ۔

اگلی صبح ہم تیار ہو کر بسوں کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمارے ٹرک میں لوگ سوار ہو چکے تھے، تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ انتظام پر مامور خدام کو بھائی نور احمد اور بھائی منیر نے جا کر بتایا۔ ہمارے لئے جگہ بنائی گئی۔ بے جی بھائی منیر کو بار بار

کہتیں اور التجائیں کرتی رہیں کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو، مگر انہوں نے کہا میری ڈیوٹی ہے میں بعد میں آؤں گا، اور بھیڑ میں گم ہو گئے۔ والدہ مرحومہ دیر تک اداسی سے روتی رہیں۔

ہمارے کانوائے میں سات بسیں تھیں، موسمِ برسات اور ٹریفک کی بھیڑ کی وجہ سے سڑک پر کھڈے پڑے ہوئے تھے، بسیں رینگنے کی رفتار سے چل رہی تھیں۔ جب شام ہوئی اور ہم تقریباً امرتسر شہر میں داخل ہو رہے تھے، کہ ایک بس کا انجن فیل ہو گیا۔ بھائی نور احمد فوج میں موٹر مکینک تھے، کیا کر سکتے تھے، ہر طرف اندھیرا تھا کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا، بیٹری مہیا نہیں تھی۔ پتہ کیا گیا کسی کے پاس ماچس ہے، آخر ایک سگرٹ نوش کام آئے۔ ماچس کی تیلیاں جلا جلا کر تاریں جوڑیں اور بس سٹارٹ ہو گئی۔ سب نے شکر ادا کیا۔

بھائی جان حفیظ پہلے لاہور پہنچ چکے تھے اور کرشن نگر میں ایک گھر الاٹ کروالیا ہوا تھا، اور بازار میں ایک ہومیو پیتھک کی دکان بھی انہیں مل گئی تھی۔ بھائی جان ہومیو پیتھک کی چھوٹی چھوٹی بوتلیں لے کر آتے ہم انہیں صاف کرتے جاتے اور لنڈے بازار میں بیچ کر کچھ نقدی مل جاتی۔ افراتفری کا زمانہ تھا۔ بے جی (والدہ) نے کچھ نقدی بچا کر رکھی تھی جس سے گزارہ ہو رہا تھا۔ ہم لاہور میں ٹھہر کر بھائی منیر کے قادیان سے پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔

ناگہاں دفتر سے بھائی کی شہادت کی اطلاع ملی۔ تفصیل کے مطابق بھائی جان سکھ حملہ آوروں کا مقابلہ اباجی کی دونالی بندوق سے کرتے رہے، آخر کار حملہ آور رات کے اندھیرے میں پیچھے سے گھر کی دیوار پھاند کر آئے اور انہیں پیٹ میں چھرا گھونپ کر شہید کر دیا۔ جب خدام صبح پتہ کرنے گئے تو بھائی صحن کے درمیان چت پڑے تھے اور انتڑیاں باہر پھیلی ہوئی تھیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بے جی اور بڑوں کی غم سے بری حالت تھی۔

اب ہمارا لاہور میں ٹھہرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ بسوں میں بڑی بھیڑ تھی، چنانچہ ہم نے ایک گڈے والے سے بات کی، اس نے چک سان پہنچانے کی حامی تین سو روپے میں بھر لی۔ ہم اور ہمارا جو بھی اثاثہ تھا، گڈے پر لد گئے۔ اور آہستہ آہستہ منزلِ مقصود کی طرف بڑھنا شروع ہوئے۔ مجھے شاہدرہ گوجرانوالہ کی سڑک ابھی تک یاد ہے جس کی جانبین میں کھجور کے درخت تھے۔ میں نے پہلے کبھی کھجور کا درخت نہیں دیکھا تھا۔ رستے میں جب بیل آرام اور چارے کے لئے رکتے ہم بھی اُتر کر گھاس وغیرہ پر کھیس بچھا کر آرام کر لیتے۔ ہماری سواری رات بھر چلتی رہتی۔ آخر کار سومیل کا یہ سفر اللہ کر کے چوتھے دن ختم ہوا اور ہم اپنے گاؤں پہنچ گئے۔

دادی جان اور گاؤں کے لوگوں کو اپنا منتظر پایا۔ دادی جان ہمیں دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ ہم اپنے آبائی گھر میں خوب دوڑے پھرے۔ بے سروسامانی کی حالت تھی، بھائی منیر کی شہادت سے سب نڈھال تھے، بے جی کا برا حال تھا، ہر وقت دروازے کی طرف نظریں ٹکائے رکھتیں، کہ منیر اب آیا کہ اب آیا۔

اباجی کی آمد

گھریلو حالات سے آگاہ ہوتے ہی اباجی early retirement لیکر 1948 کے شروع میں افریقہ سے گاؤں پہنچ گئے۔ اور گھر کے حالات کو سنبھالا دیا۔ مجھے تین میل دور گاؤں کوٹ سعد اللہ میں پرائمری سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ ہمارے احمدی ہونے کی خبر سب جگہ پہنچ چکی تھی۔ جب اباجی مجھے سکول میں داخل کروانے گئے، اہلحدیث ہیڈ ماسٹر مولوی فیروز اباجی سے مذہبی بحث میں الجھ گیا۔ خیر اس دن تو بات آئی گئی ہو گئی۔ اگلے دن بہانہ بنا کر میری مکوں اور تھپڑوں سے خوب پٹائی کر دی۔ میں نے گھر میں اس کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا۔

اباجی نے چک سان سے تین میل دور قصبے گکھڑ منڈی کے مین بازار میں ''قریشی میڈیکل ہال'' کے نام سے شفاخانہ کھول لیا۔ اباجی ہر روز صبح صبح تین میل سوئے (چھوٹی نہر) کے ساتھ ساتھ کچے راستے پر سائیکل پر گکھڑ جاتے اور شام کو واپس آتے۔ اب میں حیران ہوتا ہوں اباجی کی ہمت پر۔ اباجی کے دونوں گھٹنوں میں arthritis کی وجہ سے سخت درد تھی، جسم بھاری تھا۔ یہ سب سختی آپ نے میرے پانچویں کے امتحان تک برداشت کی۔ گھر میں مجھے اور دوسرے بچوں کو اردو، انگریزی کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا درس دیتے، ظہر عصر کی نماز کے بعد ہم اپنا اپنا قرآنِ کریم لے کر بیٹھ جاتے، اور ایک ایک رکوع پڑھتے، اباجی ترجمہ پڑھتے اور ہم دہراتے جاتے۔ اباجی کی اس مہربانی کے باعث اب تک ہم بہن بھائیوں کو خدا تعالیٰ کے فضل سے قرآنِ کریم کا ترجمہ سمجھنے میں الا ماشاء اللہ کبھی کوئی مشکل پیش نہیں آئی، الحمد للہ۔

وقفِ زندگی

میرے پرائمری کا امتحان پاس کرتے ہی ہم قصبے گکھڑ منڈی میں منتقل ہو گئے۔ میں ڈسٹرکٹ بورڈ ہائی سکول (ڈی۔ بی ہائی سکول) کی چھٹی جماعت میں

داخل ہوگیا۔ میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا، جب 55-1954ء کے لگ بھگ حضرت مصلح موعودؓ نے وقفِ زندگی کے موضوع پر مسلسل کچھ خطبات دیئے۔ ان خطبات سے متأثر ہوکر ایک روز اباجی نے مجھے بلا کر کہا تم نے حضرت صاحب کے خطبات سنے ہیں۔ اللہ نے مجھے چار بیٹے دیئے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنے دو بیٹے اللہ کے رستے میں وقف کروں، دو دُنیاداری میں پڑے ہوئے ہیں۔ پہلے منیر وقف تھا شہید ہوکر اللہ کے پاس ہے۔ اب تم سب سے چھوٹے ہوتم خدا کی راہ میں زندگی وقف کردو، تاکہ میری زندگی کے دونوں پلڑے یکساں ہوجائیں۔ میرا ہاں میں جواب سن کر اباجی بہت خوش ہوئے، اور حضرت امام جماعت احمدیہ الثانیؓ کی خدمت میں وقف کی منظوری کے لئے عریضہ لکھ دیا۔ حضرت صاحب نے ایک خطبے میں ذکر فرمایا کہ "وقفِ زندگی کی تحریک کے جواب میں جو درخواستیں آئی ہیں ان میں سے ایک تو ابھی بہت چھوٹے ہیں"۔ شاید حضور کا یہ اشارہ میری طرف تھا۔ کچھ دنوں میں دفتر تبشیر سے اباجی کے نام ہدایت آئی، کہ حضور نے وقف منظور فرمالیا ہے۔ میٹرک کے بعد بچے کو جامعہ میں داخل کرائیں۔ اسی زمانے میں میں نظامِ وصیت میں بھی شامل ہوگیا۔ الحمدللہ

جامعہ کی بجائے کالج میں داخلہ

میٹرک پاس کرنے کے بعد اباجی مجھے لیکر جامعہ احمدیہ میں داخلہ دلانے ربوہ پہنچے۔ جولائی کا مہینہ اور بدھ کا دن تھا، ربوہ میں سخت گرمی تھی، تانگے پر سیدھے جامعہ میں پہنچے، جامعہ میں سالانہ کھیلوں کے بعد دو چھٹیاں تھیں۔ اباجی کی طبیعت میں کسی قدر سختی اور جوش تھا۔ جامعہ کو بند پا کر جامعہ کے پرنسپل حضرت مولانا ابوالعطا صاحب جالندھری کے کوارٹر تحریک جدید پہنچے۔ حضرت مولوی صاحب سے ملاقات کے وقت بےتکلفی سے کہا: "مولوی صاحب! لوجی قربانی کا بکرا لے آیا ہوں۔ اسے جہاں چاہیں باندھیں، مجھے بہت گرمی لگ رہی ہے میں تو واپس چلا۔"

حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ جامعہ میں تو چھٹی ہے۔ آپ ٹھہریں، دو دن کے بعد جامعہ آجائیں۔ والدِ محترم نے فرمایا: "سخت گرمی ہے میں یہاں زیادہ رک نہیں سکتا۔ حضرت مولانا نے فرمایا: "تو پھر اسے کالج میں داخل کروا دیں وہاں سے ڈاکٹر بن کر یا ایم اے کر کے سلسلے کی خدمت کرسکتا ہے"۔ چنانچہ اس طرح میں کالج میں فرسٹ ائیر پری میڈیکل میں داخل ہوا۔ میری ریاضی میں کمزوری آڑے آئی، ایف ایس سی میں اتنے نمبر نہ آئے کہ میڈیکل کالج میں داخلہ مل سکتا، فزکس اور کیمسٹری میں حسابی سوالات کے باعث میرے نمبر کم رہے۔

بی ایس سی میں اسلامیہ کالج سول لائنز میں داخلہ لیا، جہاں کریسنٹ ہوسٹل میں رہا، باٹنی، زوآلوجی اور انگریزی کے مضامین تھے۔ زوآلوجی میں اول رہا اور بی ایس سی میں فرسٹ کلاس حاصل کی، کالج کا میڈل اور رول آف آنر ملا۔

گولڈ میڈل اور ٹی آئی کالج سے وابستگی

پنجاب یونیورسٹی میں ایم ایس سی زوآلوجی میں داخلہ لیا۔ 1963ء کے سالانہ امتحان میں فرسٹ کلاس فرسٹ کی پوزیشن حاصل کی اور Sir William Roberts Gold Medal حاصل کیا۔ اباجی نے فوراً حضرت صاحب کی خدمت میں تحریراً عرض کردیا۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پرنسپل سے جواب آیا کہ ٹی آئی کالج جوائن کریں۔ میں نے موسم گرما کی تعطیلات کے بعد ستمبر 1963ء میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ لیکچرر بیالوجی کی حیثیت سے جوائن کیا۔ الحمدللہ 36 سالہ خدمت کے بعد ساٹھ سال کی عمر میں 11 ستمبر 1999ء کے دن کالج سے ریٹائر ہوا، الحمدللہ۔

ایک دعا کی درخواست

آخر میں میں اپنے بیالوجی کے استاد پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد بشیر صاحب مرحوم کے لئے درخواستِ دعا کرنا چاہتا ہوں۔ موصوف تعلیم الاسلام کالج لاہور میں طالبعلم رہے اور 1956ء میں پنجاب یونیورسٹی کے ایم ایس سی زوآلوجی میں گولڈ میڈلسٹ تھے۔ آپ 1957 میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں میرے استاد تھے۔ 1965ء میں اتفاقاً مسجد اقصیٰ ربوہ میں جمعہ کے دن موصوف سے ملاقات ہوئی۔ تعارف ہوا، خوش ہوئے کہ میں انکی جگہ پر کالج میں ڈیوٹی دے رہا ہوں۔ آپ امریکہ اعلیٰ تعلیم کے لئے گئے تھے۔ اور غیر از جماعت افراد کی سخت مخالفت میں فیصل آباد میڈیکل کالج میں فزیالوجی کے پروفیسر رہے۔ آپ نے ہمیں بہت محنت سے پڑھایا تھا۔ آپ کچھ عرصہ بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے مرحوم کی بلندئ درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

☆......☆......☆

ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر 19/نومبر 2006ء کو لجنہ اماء اللہ کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا:

یہ بات بھی ہر وقت ذہن میں رہنی چاہئے کہ میرا ایک بصیر خدا ہے جو ہر وقت مجھے دیکھ رہا ہے، میرا ایک علیم وخبیر خدا ہے جس کی نظر کی گہرائی میرے پاتال تک کا بھی علم رکھتی ہے، میرے اندر تک گئی ہوئی ہے، میری ہر بات کی اس کو خبر ہے، اس لئے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ اور جب اس کی ہر بات پر نظر ہے، اس کو ہر بات کا علم ہے، اس کو میرے اندر اور باہر کے پل پل کی خبر ہے تو پھر جب میں یہ اعلان کرتی ہوں کہ میں ایک احمدی مسلمان عورت ہوں تو ہمیشہ آپ کو یہ خیال رہے کہ مجھے ان باتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے جو خدا تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچائی ہیں۔ اگر کبھی ہم ان باتوں کو کسی وجہ سے بھول گئے تو جب بھی یاد کروائی جائیں تو پھر اللہ کے نیک بندوں کی طرح ان سے ایسا معاملہ کرنا چاہئے جیسے اللہ کے نیک بندے کرتے ہیں اور جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا (سورۃ الفرقان: 74) یعنی وہ لوگ کہ جب ان کے ربّ کی آیات انہیں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان سے بہروں اور اندھوں کا معاملہ نہیں کرتے۔

تو یقیناً احمدی عورت جس کے دل میں نیکی کا بیج ہے جس نے اسے ابھی تک احمدیت پر قائم رکھا ہوا ہے، جو وفاؤں کی پتلی ہے، جو دین کی خاطر قربانی کا فہم رکھتی ہے، جو خلافتِ احمدیہ سے عشق و محبت کا تعلق رکھتی ہے، اسے جب نصیحت کی جائے تو اندھوں اور بہروں کی طرح سلوک نہیں کرتی۔ اگر حقیقی احمدی ہے اور یہی ہر احمدی سے امید کی جاتی ہے کہ اسے ہر نصیحت پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ اندھوں اور بہروں کی طرح کا سلوک اس سے ہو۔ پس جیسا کہ میں نے کہا، ایک احمدی کی یہی سوچ ہونی چاہئے کہ میں نے ان باتوں کی طرف توجہ دینی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ہمیں بتائی ہیں اور یہی ایک مومن کی نشانی اور ایک مومن کی شان ہے۔ آپ جو عہد کرتی ہیں، ہمیشہ اس عہد کو اپنے سامنے رکھیں۔

دیکھیں جب آنحضرت ﷺ نے عورتوں سے عہدِ بیعت لیا تو اس میں مردوں کے عہدِ بیعت سے زائد باتیں رکھیں، جن کا قرآنِ کریم میں ذکر ملتا ہے۔ جس میں شرک سے بچنے کی طرف توجہ ہے، برائیوں سے بچنے کی طرف توجہ ہے، اولاد کی صحیح تربیت کرنے کی طرف توجہ ہے اور فرمایا وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ (الممتحنه: 13) کہ نیک باتوں میں تیری نافرمانی نہیں کریں گی۔ تو اللہ تعالیٰ کوئی زبردستی نہیں کر رہا کہ ہر ایک سے زبردستی یہ (عہد) لو۔ ہاں اگر مسلمان ہونے کے لئے آئی ہیں تو پھر ان شرائط کی پابندی کرنی بھی ضروری ہے جو اسلام میں شامل ہونے کیلئے ضروری ہیں۔

(لجنہ اماء اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر 19/ نومبر 2006ء کو
سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب)